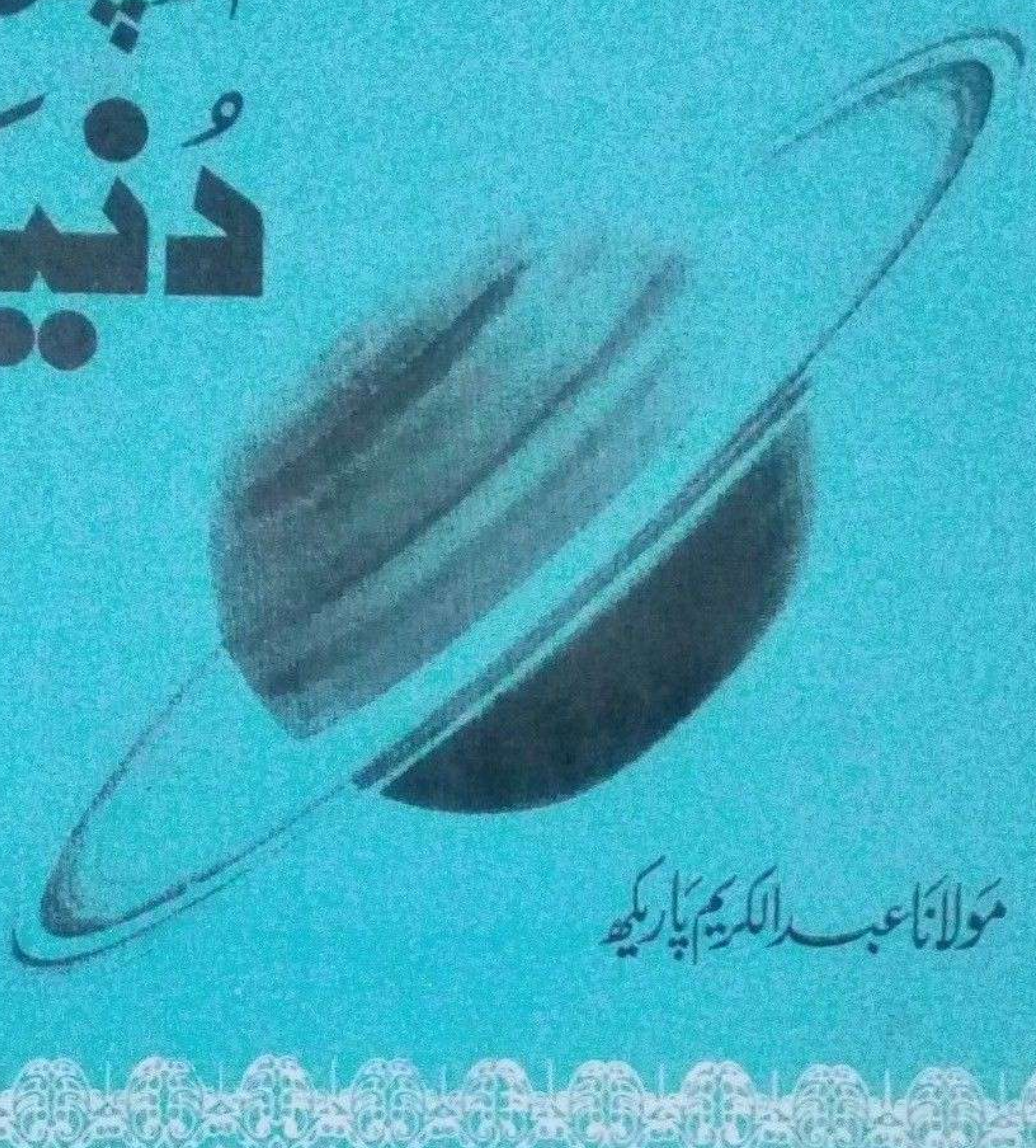
اوپر کی دنیا



مولانا عبد الکریم پاریکھ

ناشر

مجلسِ نشریاتِ اسلام ۱-کے-۳-ناظم آباد ۱ کراچی

اوپر کی دنیا

مصنف

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

مقدمہ

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر

مجلس نشریات اسلام

۱-کے-۳۔ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

نام کتاب ——— اوپر کی دنیا
تصنیف ——— مولانا عبد الکریم پاریکھ
طباعت ——— شکیل پریس کراچی
اشاعت ——— سنہ ۱۹۹۵ء
ضخامت ——— ۴۰ صفحات

ٹیلیفون
۶۲۱۸۱۷

ناشر
فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی ۱۸

انتساب

عالم اسلام کے لیے اہل ہند کا تحفۂ ربانی
ایک باعظمت شخصیت، پرخلوص رہبر، مرشد
محترم حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی
جن کی فکر صالح اور تصنیفات نے اس دنیا کے
موجودہ مسائل کا خوب خوب تجزیہ کر دکھایا۔ موصوف
کے نام نامی کے ساتھ یہ انتساب جہاں بہت
کمتر ہے وہاں میرے پرخلوص جذبات و عقیدت
کا بہت ہی معمولی اظہار ہے۔

عبدالکریم پاریکھ
لکڑ گنج۔ ناگپور۔ ۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، وَمَنۡ تَبِعَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ وَدَعَا بِدَعۡوَتِھِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

ناچیز راقم سطور کے سامنے اِس وقت رفیقِ محترم، داعی اِلی اللہ و مبلغ قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی کتاب موسوم "اُوپر کی دُنیا" ہے۔ جس کا علم اور انکشاف طویل و قریبی رفاقت، ذہنی و دعوتی مناسبت اور وسیع واقفیت کے باوجود راقم کے لئے ایک نئی یافت و دریافت اور ایک مسرت افزا لیکن حیرت آفریں ایسا انکشاف ہے جیسے یہ بھی کوئی "اوپر کی دنیا" کا ٹوٹا ہوا ستارہ یا کسی دور دراز علاقہ یا مقام کا آیا ہوا تحفہ ہے، کتاب اپنے موضوع، مقصد، اور سامانِ غور و تدبر کے لحاظ سے قدر و وقعت اور استقبال و احترام کی مستحق ہے۔

یہ کوئی علمی انکشاف و دریافت نہیں ہے، بلکہ ایک بدیہی حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ اس وقت تک جو کچھ انکشافات و تحقیقات کی گئی ہیں، اور معلومات و مشاہدات کا جو عالمگیر وسیع ذخیرہ ہے وہ سب اس عالمِ سفلی (زمین بحر و بر) اور ان پر واقع ممالک، شہروں اور سمندروں، دریاؤں اور پہاڑوں کے بارے میں ہے، عالمِ بالا کی طرف بھی اگر ماہرینِ فلکیات کی نظر جاتی ہے تو وہ بھی زمین پر اثر انداز ہونے والے اجرام سماوی اور ستاروں و سیاروں تک محدود ہے، ان

بالاتر مقاصد کے حصول اور بالاتر حقائق تک وصول کی طرف بھی کسی کا خیال نہیں جاتا، یہ صرف انبیاء علیہم السّلام اور ان پر نازل ہونے والے صحیفوں کی (بشرطیکہ وہ موجود اور محفوظ ہوں) خصوصیت ہے، کہ وہ ان پر غور و تدبّر کے ذریعہ خالقِ کائنات کی معرفت و وحدت اور اُس کی وسعتِ قدرت اور تنوّع خلقت کی معرفت اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں، قرآن کریم میں کہتا ہے۔

اولم ینظروا فی ملکوت	اور کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی
السموات والارض وماخلق اللّٰہ	سلطنت کو نہیں دیکھا اور دوسری چیزوں
من شیئ وان عسیٰ ان یکون	کو جو اللہ نے پیدا کی ہیں اور یہ کہ ممکن ہے
قد اقترب اجلھم فبای حدیث	کہ ان کی اجل قریب ہی ہو، پھر قرآن کے
بعدہ یؤمنون [1]	بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

اور کہیں فرماتا ہے :-

سنریھم آیاتنا فی الآفاق	عنقریب ہم اپنی نشانیاں انہیں دُنیا
وفی انفسھم حتیٰ تبین لھم	میں دکھائیں گے اور خود ان کے نفس میں
انہ الحق اولم یکف بربک	یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی
انہ علیٰ کل شیئ شھید [2]	حق ہے، کیا ان کے رب کی یہ بات کافی
	نہیں کہ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

اب اس وقت نہیں بلکہ صدیوں سے عالمِ بالا کے بارے میں صحیح اور وسیع و مفید معلومات اور ان کے ذریعے علمِ صحیح، نتائج صادقہ اور معرفتِ الٰہی تک پہنچنے کا ذریعہ صرف خدائے تعالیٰ کا نازل کیا ہوا آخری صحیفہ قرآن شریف ہی ہے، جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے :-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ	ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بے شک

---

[1] سورہ اعراف، ۱۸۵۔ [2] سورہ حٰم السجدہ، ۵۳۔

لَحَافِظُوْنَ۔ (سورۃ الحجر: ۹) ہم اس کے نگہبان ہیں۔

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ عالم بالا کے بارے میں قرآن کے بیانات واطلاعات کی وسعت وصداقت کا اظہار کیا ہے، اور ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کو غور وتدبّر کی دعوت دی ہے، اور علم فلکیات کے ذریعہ خالق کی معرفت اور ایمان وتوحید تک پہونچنے کا مخلصانہ مشورہ دیا ہے، فلک وفلکیات کے بارے میں قرآن مجید کی دی ہوئی معلومات کی صداقت ووسعت ثابت کی ہے، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور غیر مذاہب کے دانشوروں کو نظر کی توسیع، معلومات میں اضافہ، اور فکر واعتبار کا مشورہ دیا ہے، اور وہ حقائقِ قرآنی پیش کئے ہیں جن کی کائنات خود گواہی دیتی ہے، کتاب کی تالیف کا مقصد معرفتِ الٰہی، وحی کی صداقت کا یقین کرنا، شرک سے پیدا ہونے والے فسادات ونقصانات، ذہنی وآفاقی ضلالتوں اور فریب خوردگی اور اس کے دینی وذہنی، انفرادی واجتماعی نقصانات کی نشاندہی ہے۔

اس طرح کتاب تبلیغ ودعوت کی ایک عاقلانہ اور عالمانہ کوشش اور اس کی ترجمان اور ذریعہ بن گئی ہے، اور یہ سب اس وسیع وعمیق مطالعۂ قرآنی اور دعوت بالقرآن والی القرآن کا نتیجہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے رفیقِ محترم مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کو ایک امتیاز بخشا ہے، اور ان کا سالہا سال سے یہ موضوع اور اختصاص بنا ہوا ہے،

آخر میں اس ناچیز کے نام اس کے انتساب پر شرمندگی اور اس اعزاز کے عدمِ استحقاق کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "ایاز قدرِ خود بشناس" ایک حقیقت اور صحیح موعظت ہے۔

ابوالحسن علی حسنی ندوی
۶ر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
۱۵ر اگست ۱۹۹۴ء

دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ
رائے بریلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

ہمارے موجودہ دور میں علم فلکیات وہم وگمان اور سطحی بحث کے دائرہ سے نکل کر مشاہدے کی وادیوں میں داخل ہونے جارہا ہے، انسان اب چاند پر کمند ڈالنے میں کامیاب ہوگیا ہے، جو لوگ چاند ماموں کی نام کی دہائی دے کر گیت گاتے تھے یا چاند کو دیوتا مانتے رہے تھے یا وہ لوگ جو چاند سورج کو بتوں کے آستانوں پر یا پیروں کی درگاہ پر سجدے کرا کے طلوع وغروب کی منتیں مانا کرتے تھے وہ علم ودانش کی دنیا میں بہت پہلے سے بے وقوف مانے جاتے تھے، لیکن اب تو یہ حضرات ہنسی مذاق کا موضوع بن گئے۔

لیکن چونکہ ایسے تمام لوگ کسی نہ کسی مذہب سے متعلق بھی ہوتے ہیں، اس لیے تحقیق وتکرار میں مذہب اور دین بھی زیر بحث آجاتے ہیں، پھر آج کے ترقی یافتہ نوجوانوں کو مذہب کے ساتھ تمسخر واستہزاء کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ کاش! کوئی انہیں بتائے کہ دین ومذہب کا نام اتنا ہلکا اور بے وزن نہیں۔

مذہب کی قسمیں:

میرے نزدیک مذہب کی بہت سی قسمیں ہیں:

① کوئی آسمانی مذہب یا دین حق جس کی پشت پر کوئی آسمانی کتاب یا نبی کی تعلیم جوں کی توں موجود ہو مگر اس کے ماننے والے اور جاننے والے دنیا میں ناپید ہوں۔

② مذہب تو آسمانی ہو، لیکن کتاب میں ردّوبدل ہو چکا ہو اور نبی کا پتہ نہ ہو۔

③ آسمانی کتاب کی زبان جاننے والے دنیا میں ناپید ہوں اور تعلیم دین کا بے نقاب ہونا ممکن نہ ہو مگر مذہب برابر قائم ہو۔

④ آسمانی تعلیم کا لانے والا پیغمبر اولادِ آدم کی سطح سے اٹھا کر الوہیت اور خدائی میں شریک بنا دیا گیا ہو۔

⑤ مذہب کی بنیاد آسمانی کتاب و نبوت پر نہ ہو، محض وقتی اصلاح اور سماج سدھار کی لائن پر ہو، فقط وعظ و نصیحت اور اچھی باتوں کی تلقین ہو۔

⑥ سماج کے ظالمانہ رسومات کے بالمقابل انصاف حاصل کرنے کے لیے اٹھائے جانے والے اقدام کے موقع پر صف اول کے کسی داعی یا مصلح کے نام پر قائم ہونے والا کوئی گروہ جو بعد میں مذہب بن گیا ہو۔

⑦ شعر و شاعری یا اصلاحی نظموں اور تک بندیوں کے ذریعہ سماجی اصلاح کے لیے ابھرنے والے اشخاص کے پیرو کار جو بعد میں کچھ مذہبی رسومات کے سہارے لے کر نیا مذہب کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔

⑧ سیاسی اقتدار کے خلاف حقوق طلبی کے لیے اٹھنے والے بہادر لوگوں کے اصولِ زندگی جو بعد میں ردِ عمل کا مقام حاصل کر کے مذہب بن گئے ہوں۔

⑨ وہم و گمان، جاہلیت کے قصے، کہانیاں، رڈائیوں کے تذکرے، راجہ رانیوں کے آپسی معاملات پر حکایتیں نیز محبت و رقابت کی داستانیں، دو بادشاہوں کی آپسی لڑائیاں، فرضی واقعات ان سب کے سہارے سے گتھیوں کا پلندہ بن کر بغیر کوشش و محنت کے آپ سے آپ خود رو گھاس کی طرح اگنے والا مذہب جسے کسی آسمانی کتاب یا نبی کی تعلیم و اخلاق یا ضابطۂ زندگی کی ضرورت ہی نہ ہو۔

⑩ کوئی ایسا دین جس کے پاس آسمانی کتاب اپنی اصلی زبان میں موجود ہو، اور یہ زبان بھی

نہ ہو، آسمانی کتاب کے اصل ہونے کے تمام دلائل و شواہد موجود ہوں، کتاب کے پیش کرنے والے نبی کا نام، نسب اور زندگی، علاقہ، کارنامے اور اس کی اُمّت محفوظ و موجود ہو، نیز اس دین کی تعلیم عقائد، نظریات، مافوق الفطرت امور، پیشین خبریں اور کائنات کے متعلق اس کا نقطہ نظر، استدلال اور مشاہدے کی چوٹ لگنے پر بھی کھرا ثابت ہو، پھر اس دین و مذہب میں اتنی وسعت ہو کہ ایک طرف فطرت کے تقاضے دوسری طرف بنی آدم کے اس زمین پر پھیلاؤ کے تحت آنے والے تمام مسائل اور تیسری طرف انسانی علوم و مشاہدات کی ترقی سے ہونے والے تجربات کو رد کرنے کے بجائے اپنے دائرے میں ان سب کو سما لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ آفاقی ہو، علاقائی اور وقتی نہ ہو۔

مذہب کی اتنی اقسام میں آج پورا عالم کنبہ اعتقاد رکھتا ہے۔ دین و مذہب کے لیے یہ دس باتیں اور قسمیں اگر تلاش حق کے لیے استعمال کی جائیں تو میں چاہوں گا کہ دسویں بات کو قبول کر لوں۔ آپ میں سے ہر ایک اپنی پسند سے کوئی بھی راہ منتخب کر سکتا ہے۔ مگر ہم میں سے ہر ایک کو یہ دیکھنا ہے کہ موجودہ دور میں انسانی تحقیق، تلاش و جستجو، مشاہدات عالم اور سائنسی و تکنیکی امور میں ہمارے دین و مذہب کی قائم شدہ تعبیر خود کس پائے کی ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ کسی اور دین و مذہب والے کے عقائد و خیالات کو تنقید کا تختہ مشق بنایا جائے بلکہ اپنی پسند سے میں نے جس دین کو قبول کیا ہے اس کی روشنی میں کائنات اور خاص کر ہمارے سر پر دکھائی دینے والی" اوپر کی دنیا" سے متعلق قرآنی معلومات کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے، تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن نے آسمان، تارے، چاند، سورج وغیرہ کے متعلق آج سے چودہ سو سال قبل کیا کچھ بیانات پیش کئے ہیں وہ موجودہ دور میں بھی قابل قبول ہیں یا نہیں۔ تقابل کر کے خود ہی تجزیہ کر کے دیکھئے کہ قرآن مجید نے اوپر کی دنیا سے متعلق جو کچھ پیش کیا ہے اسے آج کے انسانی تجربے اور مشاہدے سے رد و قبول کی میزان میں کیا حیثیت حاصل ہے؟

میری یہ دلی تمنا ہے کہ "Science and Technology" کے ماہرین بھی ان آیاتِ بینات کو سامنے رکھ کر فلکیات سے متعلق ٹھیک ناپ تول اور پوری دیانت کے ساتھ اس ایک آسمانی کتاب کا مطالعہ کریں اور ہمیں بتائیں کہ دین و مذہب اگر اس کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے آیا ہوا ہو تو مادی تحقیقات میں اس کا خاصا تعاون ہمیں مل سکتا ہے؟ یا قدم قدم پہ ہمیں ٹکراؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اوپر کی دنیا نامی جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کے بعض مضامین اردو جرائد میں شائع ہوئے تھے، اور الحمد للہ کہ اہل علم نے انہیں پسند فرمایا۔ خیال ہوا کہ کتابی شکل میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے انہیں یکجا طور پر شائع کیا جائے۔ اللہ نے چاہا تو انگریزی، ہندی میں بھی انہیں شائع کیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

الحمد للہ ۱۹۷۵ء مطابق ۱۳۹۵ھ میں یہ کتاب ٹائپ میں چھپی تھی، اللہ نے اسے خاصی مقبولیت عطا فرمائی، بعض احباب کا خیال ہوا کہ نظر ثانی کے بعد ٹائپ کے بجائے ہاتھ کی کتابت سے اس کتاب کو دوبارہ شائع کیا جائے، اس لئے کہ ہمارے ملک میں ابھی تک لوگ ٹائپ میں چھپی کتابوں کے پڑھنے کے عادی نہیں ہیں،

اس ضرورت کے پیش نظر الحمد للہ یہ کتاب نئے سرے سے ہاتھ کی کتابت کے ذریعہ طبع کرائی جا رہی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو عوام و خواص کے لیے فلکیات پر غور و تدبر کے دروازے کھول کر ایمان کی معرفت کے لیے مفید ثابت فرمائے (آمین)

خادم :- (مولانا) عبدالکریم پاریکھ، لکڑ گنج۔ ناگپور ۲

۱۲ر دسمبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۶ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

اوپر کی دُنیا

قرآن مجید اور نیلگوں آسمان

وحدانیت و توحید یعنی اس کائنات کا صرف ایک ہی خالق و مالک ہے، وہ رب ہے، پالنہار ہے، موت وحیات صرف اسی کے قبضہ میں ہے، کائنات میں ہر متنفس اسی کے دست قدرت میں ہے، وہی غالب ہے، اپنا حکم لاگو کرنے پر اسے کوئی رکاوٹ نہیں۔ تمام انسانوں کو بعد الموت اسی کے حضور میں حاضر ہونا ہے، اسی نے آسمان کو تخلیق فرمایا۔ اور زمین کو بچھونا بنا دیا، دن اور الٹ پھیر کے لیے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ستاروں اور سیاروں کو اربوں کھربوں کی تعداد سے بھی آگے ان گنت جو شمار میں نہ آسکیں آسمانوں کی زینت بنا دیا، ان ستاروں میں کوئی چل رہا ہے، کوئی قدرے ٹھہراؤ میں ہے، کوئی ٹھٹھک کر پیچھے ہوا، کوئی آگے، کوئی جھڑنے کے لیے شہاب ثاقب بنا اور کائنات بقعۂ نور بنی ہوئی ہماری آنکھوں کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے، یہ سب صناعی اور کاریگری اسی ایک وحدہٗ لاشریک لہٗ غالب علم والے اللہ رب العالمین کی بانمی ہوئی ہے، "ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ" ہواؤں کے الٹ پھیر اور بادلوں کی گھن گرج، بارش کا نزول، بجلیاں اور فضا میں اڑتے پرندوں کا تھامے رہنا۔ یہ سب ایک ہی قادر مطلق کے اقتدار اعلیٰ میں ہو رہا ہے، اس فضائے بسیط میں لاتعداد ایسی آیات اور نشانیاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی گواہی ہم تک پہنچ رہی ہے کہ اس کائنات کا خالق اور مدبر صرف ایک ہی ہے نہ دوسرا کوئی اس کا شریک ہے نہ کسی اور کی، اس کی خدائی میں کچھ چلتی ہے، ہر ایک اس کے پنجۂ اقتدار میں

بے بس ہے، جس کو جس کام پر لگا دیا۔ بس اُسے وہی کام کرتے رہنا ہے۔ جب تک اس مالک کائنات کا حکم ہے، برابر ہر ایک کو اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دینی ہے۔

اگر ہم سادگی کے ساتھ ذہن وعقل وشعور کو کام میں لاکر اُن آثار پر نظر ڈالیں جو کھلی آنکھ سے ہمیں دکھائی دیتے ہیں تو سب سے پہلے ہماری نگاہ کو ہم آسمانِ دنیا کی طرف لے جائیں، یہ ایک ٹھوس چھت ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی نہایت ہی غالب اور قادر ہونے کی گواہی اب تک دئے جارہی ہے اور جب تک اس آسمان کو باقی رہنا ہے یہ گواہی برابر ملتی رہے گی کہ اس لامحدود سرحدوں والی چھت "Boundless Sky" کا بنانے والا اپنی قدرت میں کامل ہے اور ساتھ ہی ساتھ مُدبّر اور صانع اکبر بھی۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا	ہم نے آسمان کو محفوظ چھت (Roof) بنایا ہے
وَهُمْ عَنْ آيٰتِهَا	مگر اتنی بڑی نشانی سے بھی یہ لوگ انجان
مُعْرِضُوْنَ۔" (۲۱ سورۃ الانبیاء، آیت ۳۲)	پڑے ہوئے ہیں۔"

کسی چیز سے کوئی انجان وبے خبر رہے تو ظاہر ہے کہ وہ چیز تو اپنی صلاحیت اور مقصد کو ترک نہیں کرسکتی۔ اس چھت پر بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھئے کیا آپ کی عقل ماننے کے لیے تیار ہوسکتی ہے کہ بغیر کسی کے بنائے یہ آسمان بن گیا ہوگا؟ نہیں! بلکہ ہر سلیم الفطرت اور صاحبِ عقل یہی کہے گا کہ اس کا بنانے والا انتہائی مُدبّر اور قادر مطلق منصوبہ ساز ہونا ہی چاہیے۔

پھر پہلے سے اس کا نمونہ موجود نہ تھا کہ صانع نے اس نمونہ کو دیکھ کر ڈیزائن کیا ہو، بلکہ قرآن نے کہا کہ "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (۲۔ البقرۃ، آیت ۱۱۷) "وہ آسمان اور زمین کا موجدِ اول ہے۔" بدیع کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ بنانے والے نے پہلے سے نمونہ کو دیکھ کر اس آسمان اور زمین کی تخلیق نہیں کی بلکہ وہ خود ہی موجدِ اعظم ہے یعنی بغیر کسی نمونہ کے دیکھے ہوئے اپنی مرضی اور ذاتی منصوبہ سے اس آسمان کو وجود میں لے آیا ہے، کچھ برس پہلے تک سائنٹسٹ یہ کہا کرتے ہوں گے کہ آسمان کوئی چیز نہیں ہے محض حدِ نظر ہے لیکن دورِ جدید کے محققین اب

یہ کہنے لگے ہیں کہ یہ ٹھوس عمارت ہے۔

انسان نے اس صدی میں چاند پر کمندیں ڈال کر بہت سا علمی و تجرباتی سرمایہ اکٹھا کیا ہے۔ وہ تمام کا تمام قرآن کی آیات اور عقل معروف کی تصدیق کرنے پر مجبور ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ۔ (۶۷۔ الملک، آیت ۴)	پھر تم بار بار اپنی نگاہ کو لوٹا کر آسمان کی طرف دیکھو، تمہاری نگاہ تھک ہار کر واپس آجائے گی۔
"مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ" (۶۷۔ الملک، آیت ۳)	"تم رحمان کی تخلیق میں کوئی نقص اور تفاوت نہیں دیکھ پاؤ گے۔"

آسمان کی بندش اور اس کی چھت کا چُست ہونا کہیں سے سلوٹ یا جھول کا نشان بھی نہ مل پانا، لکھوکھا سال سے یہ چھت بس کھینچی تنی کسی ہوئی ہے۔ کیا یہ ایک نشان اس خالق کائنات کا نہیں مانا جائے گا، انسان کی عقل حیران اور شعور مبہوت ہو کر رہ جائے اگر اس آسمان کی چھت پر وہ غور کرے،

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۳۔ آل عمران، آیت ۱۹۱)	جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر وہی صاحبِ عقل لوگ ہیں۔

رات کے وقت میں آسمانی چھت پر تمہیں لاکھوں قندیلیں دکھائی دیں گی، برہنہ آنکھ سے دیکھو، دِکھ جائیں گی۔ ان گنت اور لاتعداد ستارے ہیں جو ہمیں اوپر دکھائی دیتے ہیں ہر ایک کی چال اور مدار مقرر ہے۔ اپنے اپنے دائرے میں ہر ایک اُدھر میں لٹکا تیر رہا ہے،

"وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ" (۳۶۔ یٰسٓ، آیت ۴۰) "سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں"۔

ان ستاروں میں بعض کے نام انسانوں نے رکھ لیے ہیں، زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد وغیرہ۔ عربی کے علاوہ بھی بہت سی اہم زبانوں میں ان ستاروں کے نام انسان نے خود ہی رکھ لیے اور علم نجوم کے ذریعہ بڑی بڑی وسیع معلومات بھی قدیم تا جدید لوگوں نے فراہم

کردیں، لیکن انسان کا علم محدود اور ناقص ہونے کے ساتھ تجربات کے اُلٹ پھیر میں کم زیادہ بھی ہوتا رہا ہے، کبھی کسی صحیح کو غلط مان کر چلا اور کبھی کسی غلط کو صحیح مان کر چل پڑا اور بعد میں تجربہ سے جب غلطی معلوم ہوئی تو کچھ اور اندازوں کو اس کا بدل مان لیا۔ ان ستاروں کی روشنی اور نور بھی ہر طرح سے عجیب ہے، پتہ نہیں کتنے لاکھ برس اور ہمیں اس کھوج Research میں لگ جائیں گے کہ یہ تارے ہماری کتنی ضرورتوں کے پورا ہونے کے ضامن ہیں۔

اوپر کی دنیا میں ہمارا سب سے قریبی ہمسایہ چاند ہی تھا، لیکن ہم اس کی حقیقت سے واقف نہیں تھے، اور اب بھی پورے طور پر واقف ہونے کا دعویٰ تو وہ لوگ بھی نہیں کر پا رہے ہیں جو چاند پر کمند ڈال آئے ہیں۔ تاہم ابھی ہم ان سطور میں صرف آسمان کا تذکرہ جامع طور پر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے مضمون کو پھر آسمان کی طرف لے چلیں گے۔ پہلی بات تو یہ دیکھئے کہ آسمان بلا ستون اور بغیر کسی سہارے کے کھڑا ہے، آسمان بذات خود کھڑا ہو یا وہ گردش بھی کر رہا ہو تب بھی یہ عمارت کسی کھمبے کے بغیر ہی ثابت شدہ حقیقت ہے۔

"اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا" (۱۳۔ الرعد، آیۃ ۲)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان کو اونچا کر دیا، جیسے تم دیکھ رہے ہو۔"

انسان نے آج تک جو عمارتیں زمین پر تعمیر کی ہیں، اسے خوب تجربہ ہے کہ چھت کو ادھر لٹکی رہنے کو ستون کا سہارا چاہیے۔ اب یہ ستون چاہے مادی ہو یا غیر مرئی، بہرحال کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے، لیکن اللہ خلاق العلیم کی صنعت پر نظر ڈالیے کہ اتنی وسیع چھت جس کا سرا آج تک انسان معلوم نہ کر سکا، بلا کسی سہارے کے اوپر تنی دکھائی دیتی ہے۔

وحی الٰہی کی روشنی میں ایک نہیں سات آسمانوں کا تذکرہ ہے، جب کہ ہم اپنی آنکھوں سے صرف ایک ہی کو دیکھ پا رہے ہیں، بقیہ چھ آسمان پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں، لیکن یہ ایک بھی کیا کم حیرت انگیز ہے، اور جب کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک کو دیکھ ہی لیا تب بلا ستون کی اس ناممکن چھت کو بنانے والے نے ایک تو ہمیں دکھا دی پھر چھ اور اگر اس نے بنا ڈالنے کا

دعویٰ کیا تو ہمارے پاس سوائے مان لینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں، ظاہر ہے کہ پہلی چھت کو پار کر کے ہم اوپر چڑھ جائیں تب ہی دوسری کا دیدار کر سکیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہماری موجودہ زندگی اور موجودہ حاصل شدہ جسم سے یہ ممکن نہیں۔ البتہ بعد موت کے یہ سب ممکنات میں سے ہو سکتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ" (۲۳۔ المؤمنون، آیت ۱۷)

اور ہم نے تمہارے اوپر سات اوپر تلے چھتیں بنا دیں اور تخلیق سے ہم بے خبر نہیں ہیں۔"

طرائق:۔ طریقہ کی جمع ہے اور جو چیز کسی چیز کے اوپر ہوتی ہے وہ بھی عربی میں "طریقہ" کہلاتی ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے۔

الطرائق: السمٰوٰت، لانه طوارق، والعرب تسمی کل شیئ طریقه لطریقة۔ (ابن جریر)

بہر حال اوپر تلے آسمانوں کے بنا دینے کے بعد ان کے نظم وضبط سے خالق کائنات بے خبر نہیں ہے، ظاہر ہے کہ بنا دینے کے بعد اپنی تخلیق سے بے خبر اور لاپرواہ ہونے پر مغل بادشاہوں کے قلعے جس طرح کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے، ٹھیک اسی طرح آسمانوں کی چادریں بھی جہاں تہاں سے پھٹ پھٹا کر پرانی آستین کی طرح اس دنیا کے لوگوں کو دکھائی دیتیں، لیکن کمال درجے کی خبر گیری نے اب تک اس آسمان کو کسی طرح کے نقص سے پاک رکھا ہے حالانکہ ظاہری طور پر اس کی صاف صفائی کرنے والا اور دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا اور نہ انسان یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ آسمان کی خبر گیری میں نے کی ہے، لیکن اس کے باوجود قدرت کی مستور دیکھ بھال اور حفاظت سے اب تک یہ عمارت اپنی آرائش اور حسن وجمال کو برابر قائم رکھے ہوئے ہے حالانکہ ہم تو صرف ایک ہی چھت دیکھ رہے ہیں اور خالق کا دعویٰ سات آسمانوں کا ہے۔

الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا" (۶۷۔ الملک، آیت ۳)

وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو بنایا جو اوپر تلے ہوئے ہیں۔"

قرآن مجید اور آسمانی رفعت

آسمان کتنا اونچا ہے، اس کی رفعت اور بلندی کی پیمائش کیا ہے، یہ معلوم کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، ہم نے لکھو کھا سال سے اس زمین پر ڈیرہ ڈال رکھا ہے تب کہیں اپنے قریب ترین ہمسایہ چاند کی دوری معلوم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ابھی اور لاکھوں نہیں کروڑوں سیاروں کی دوری معلوم ہونا باقی ہے، اس کے بعد آسمان کی دوری اونچائی معلوم کرنے کا موقعہ شاید آئے، ظاہر ہے کہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی کہ وہ آسمان کی دوری ناپ سکے۔

"وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ" (۵۵۔ الرحمٰن، آیت ۷)

اور آسمان کو اسی نے بلند کیا اور توازن قائم کر دیا۔"

آسمان کی بلندی کے ساتھ اگر اس کا توازن نہ قائم کیا گیا ہوتا تو اتنی بڑی چھت کا جگہ جگہ سے کم زیادہ وزن ہونے پر اونچ نیچ کے ساتھ اس کے حسن و آرائش اور جمال میں نقص پیدا ہونا ممکن تھا اس لیے آسمان کے ہر اس سرے یا کونے کو جو انسان کے ادراک سے دور ہے، وزن سے قائم کیا گیا ورنہ یہ عمارت ڈانوا ڈول ہو جاتی۔ آسمان کے کونے اور سرے بھلے ہی انسان معلوم نہ کر سکے لیکن خلاق علیم کی ذات کے مقابل آسمان بھی بہر حال محدود ہوگا، اس لیے کہیں نہ کہیں اس کا سرا کونا ہوگا چاہے وہ ہمیں دکھائی نہ دیتا ہو تب بھی اس حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ خدا کی مخلوق چاہے کتنی ہی عظیم ہو بہر حال فانی اور محدود ہی ہوگی۔

رہی اونچان اور بلندی تو بہر حال اتنی زیادہ ہے کہ کروڑوں تارے اور سیارے سورج اور چاند سب ہی اسی چھت کے نیچے گردش کرتے آرہے ہیں اور خود ہمارے اپنے تاج محل اور قطب مینار کی بلندی اور بڑے بڑے ہوائی جہازوں کی پرواز میں یہ چھت کبھی مانع نہیں ہوئی،

اتنی رفعت اور بلندی پر چھت کو بنا دینے والے کی عظمت و جبروت کا یقین کسی کو نہ آئے تو ایسے آدمی کو عقل کا کورا ہی کہنا ہوگا۔

ایسی بلند اور اونچی چھت اس قابل تھی کہ رب کائنات اپنی اس عظیم مخلوق کو بطور شہادت اور قسم کے پیش کرے کہ انسان اللہ پر یقین کرنے کے لیے ظاہری شہادت پا سکے، یہی وجہ ہے کہ کلام مجید میں سورۂ طور میں فرمایا گیا! "وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ" (۵۲۔ الطور، آیت ۵) "اور قسم ہے اونچی چھت کی" چونکہ آسمان ہماری زمین پر ایک قبہ کی طرح گھیرا ڈالے نظر آتا ہے اور عقل کو حیران کر دینے والی اونچان پر قائم ہے اس لیے قرآن نے خاص طور پر انسانوں کو اس کی رفعت پر غور کرنے کی دعوت ان الفاظ میں دی ہے۔

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ	کیا یہ لوگ اونٹ پر نظر نہیں کرتے، کس
خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ	عجیب طرح سے وہ پیدا کیا گیا ہے اور آسمان پر
(۸۸۔ الغاشیۃ، آیت ۱۷-۱۸)	نگاہ نہیں ڈالتے کہ وہ کتنا بلند کیا گیا ہے۔"

اونٹ بہر حال ایک جانور ہے جس کی جسامت کی کوئی نسبت آسمان سے نہیں، لیکن یہ ایک ایسا جانور ہے کہ کوئی کل سیدھی نہیں، ٹیڑھا میڑھا اور آسمان اتنا بلند ہونے کے باوجود اس میں ایک سلوٹ تک نہیں، کیا یہ دلیل ایک عاقل بالغ انسان کو مجبور نہ کر دے گی کہ وہ ایک زبردست خالق اور مالک پر ایمان لے آوے؟

آسمان

امر الٰہی نے تھام رکھا ہے:

اتنی بڑی چھت کو بغیر کسی ستون کے تان دینا، پھر یہ ایک طویل مدت تک بے سہارا کھڑی رہے یہ ممکن ہی نہیں تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر اسے تھامے نہ رہتا اسی لیے فرمایا:-

وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ (۳۰۔ الروم، آیت ۲۵)

"اور یہ اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔"

ایک دفعہ وجود میں لا کر چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ مسلسل اسے امرِ الٰہی کے تابع رکھا گیا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اگر اللہ کا حکم آسمان کو نہ تھامے تو یہ نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے اور ٹوٹ پھوٹ کر گر پڑے۔ امرِ الٰہی جب تک اس آسمان کو تھامے ہوئے ہے کسی آڑ یا سہارے کی محتاجی ہرگز نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (۳۵۔ فاطر، آیت ۴۱)

"بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ڈھلک نہ جائیں اور اگر وہ ڈھلک جائیں تو پھر اللہ کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا، بلاشبہ وہ بڑا ہی تحمل والا اور بہت مغفرت کرنے والا ہے۔"

نظامِ تکوینی کو سنبھالے رکھنا اللہ کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اگر یہ نظام ڈھلک جاوے تو پھر کوئی اسے موجودہ حالت پر لانے میں اللہ کے سوا قادر نہیں، اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اتنا زبردست خالق ہوتے ہوئے بھی مخلوق کے انکار اور نافرمانی پر اسے تحمل کتنا ہے اور مغفرت و بخشش کے لیے ہر وقت تیار ہے کہ کوئی بندہ اس پر ایمان لے آئے اور شرک چھوڑ دے تو اسے فوراً بخشنے کے لیے بھی آمادہ ہے۔ اللہ نے اگر اس عظیم چھت کو تھام نہ رکھا ہوتا تو اس کا زمین پر آ گرنا یقینی ہوتا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین کی حیثیت ایک کانچ کے گلاس کی اور آسمان ہمالیہ پہاڑ کی مثال ہو کر زمین شیشے کی طرح ٹوٹ کر چور چور ہو جاتی۔

وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ

"اور اسی نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ اسی کا حکم

لَرَءُوفٌ الرَّحِيمٌ۔" (۲۲۔ الحج، آیت ۶۵)

ہو جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت رکھنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ۔ (۳۰۔ الروم، آیت ۲۵)

"اور اسی کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔"

آسمان میں چڑھنے اترنے والی چیزیں:

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ۔" (۳۴۔ سبا، آیت ۲)

"وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، وہ بڑا رحم والا ہے اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔"

زمین کے اندر داخل ہونے والی چیزیں جن میں پانی، کیڑے انسانی مردہ جسموں کے اجزاء تخم وغیرہ شامل ہیں، نکلنے والی چیزوں میں آدمی، سبزہ، درخت، پانی، نباتات، معدنیات وغیرہ۔ آسمان سے اترنے والی چیزیں: پانی، بجلی، تقدیر، روشنی، ملائکہ، احکام الٰہیہ، وحی۔ چڑھنے والی چیزیں: دعا، روح، اعمالِ انسانی، بخارات وغیرہ۔ ان تمام چیزوں کا ایک نظم و ترتیب اور وقت مقرر ہے، پھر انسان کو زمین سے نکل کر ہی وجود کا جامہ نصیب ہوتا ہے اور مرجانے کے بعد اس کے جسم کو زمین کا جزء ہونا یقینی ہے۔

آسمان کی زینت و آرائش

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ۔" (۳۷۔ الصّٰفّٰت، آیت ۶)

"ہم نے زینت دی اس پار والے آسمان کو اور مزین کر دیا اس کو ستاروں سے۔"

اس آیت میں آسمان کو سماء الدنیا کہا گیا ہے، یعنی اس پار والے آسمان کو جو ہماری

نگاہ سے نظر آتا ہے۔ باقی آسمان اس دنیا کے اوپر ایک پر ایک ہیں جسے قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "اَلَّذِی خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا" (۶۷۔ الملک، آیت ۳) "وہی ہے جس نے تخلیق فرمائے سات آسمان اوپر تلے"۔ اب رہی بات زینت کی تو لاکھوں کروڑوں قندیلوں سے اس آسمان کو بقعہ نور بنادیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ"۔ (۴۱۔ حٰمٓ السجدہ، آیت ۱۲) "اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں کے چراغ لگا کر رونق عطا کی"۔

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ	اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور
زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیۡنَ"	دیکھنے والوں کے لیے اسے زینت و آرائش
(۱۵۔ الحجر، آیت ۱۶)	عطا کی"۔

بروج سے مراد۔ "Mansions of the Stras" تاروں کی گذرگاہیں یا پھر کچھ اور؟ یہ بات حتمی طور پر نہیں بتائی جا سکتی، البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان گذرگاہوں کے فاصلے عقل کو حیران کرنے والے اور علم الحساب کی وسعتوں کو محدود کر کے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

قرآن مجید

صاحب عقل لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝
(۴۲ - الشوریٰ، آیت ۲۹)

زمین و آسمان کی پیدائش اسی کا نشان ہے اور یہ بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ دونوں اس نے جاندار پھیلا رکھے ہیں اور جب چاہے گا ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہے :

زمین پر جانداروں کا پھیلاؤ، انسان کے علاوہ چوپائے، حشرات الارض، پرندے، چرندے اور درندے یہ سب انسان کے علم میں ہیں، رہی آسمانوں میں ذی روح مخلوق کے وجود کی بات تو اس کا پتہ اب تک نہیں لگایا جا سکا۔ چاند پر حیات ممکن نہیں یہ ثابت ہو چکا ہے، لیکن دوسرے سیاروں، ستاروں میں مخلوق کے وجود کا انکار نہیں بلکہ امکان کے دلائل اب فراہم ہو رہے ہیں اور وہ دن زیادہ دور نہیں جب کہ انسان "بَيْنَ السَّيَّارَاتِ" نظام میں اپنے آپ کو دخیل بنالے گا اور دوسری مخلوق کے وجود کا پتہ لگانے میں کامیاب ہوگا، قرآن نے صرف "خَلَّاقُ الْعَلِيْمُ" کی تخلیق کے پھیلاؤ کا تذکرہ کر کے انسانوں کو خیال دلایا کہ لاکھوں قسم کے جانداروں سے بھری زمین میں رہتے ہو، ابھی آسمانوں والی مخلوق سے سابقہ نہیں پڑا۔ یہ امر بہر حال ممکن ہے اگر اس دنیا میں نہ ہو سکا تو مرنے کے بعد یقینی طور پر دوسری ذی روح مخلوق یعنی ملائکہ سے واسطہ پڑنا ہے۔

نگاہ ڈالو :

اللہ نے انسان کو دعوت دی کہ وہ نظر ڈال کر دیکھے کہ آسمان کو اللہ نے کیسا کچھ

بنایا ہے جو ہر ایک کے مشاہدہ میں آرہا ہے۔ کوئی رخنہ یا شگاف کا وجود یہاں نہیں۔

"اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ" (۵۰۔ قٓ، آیت ۶)

"کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے اور زینت عطا کی ہے اور اس میں کوئی شگاف تک نہیں۔"

موجودہ زمانہ تک انسان نے عقل و تجربے اس کائنات پر کھوج اور تلاش کا سلسلہ برابر جاری رکھا ہے، اس وسیع و عریض کائنات میں دوربین و آلات کے سہارے آدمی نے خود اندازے اور تخمینے لگا رکھے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ اس آسمان کو کیسا کچھ بنایا ہے اس کی معلومات کے لیے کروڑوں سال کی عمر چاہیے۔ آسمان کی سرحد کہیں سے شروع ہو کر کہیں پر ختم ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ اکیلی لامحدود وسعتوں میں ہمارے سورج سے بھی جسامت میں لاکھوں گنے بڑے عظیم تارے اس فضا میں گیند کی طرح گھوم رہے ہیں، انسان نے آلات کی مدد سے بعید ترین اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا ہے، ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی روشنی زمین تک پہونچنے میں دس کروڑ سال کا عرصہ لگ گیا۔ اب کوئی بھی شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا کتنا عظیم کتنا قدیر اور کتنا زبردست منصوبہ ساز ہے۔ واقعی اس کی کاریگری پر نگاہ ڈال کر آدمی اس کے آگے سر جھکائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تنہا اکیلے نے بنایا:

"وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" (۵۱۔ الذاریات، آیت ۴۷)

"اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور ہم بڑی کشادگی والے ہیں۔"

تن تنہا ایک ہی ہستی نے آسمان کو وجود بخشا ہے، آسمانی عمارت کو تعمیر کرنے میں کاریگر بھی انسانی اندازے میں ناکافی ہیں۔ لاکھوں انجینئر بھی مل کر اس کا نقشہ نہیں بنا سکتے، عمارت کو ایک ہی اللہ نے اپنے دست قدرت سے کھڑا کر دیا، اس چھت کی تعمیر میں کسی کا مشو

ڈیزائن بھی قبول کرنے کا سوال نہیں، قرآن میں ایک جگہ اس کا خلاصہ ان الفاظ میں ہے :

"مَا اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۔" (۱۸۔ الکہف، آیت ۵۱)

"آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت میں نے ان کو بلایا نہیں تھا نہ خود ان کو بناتے وقت، میرا یہ کام نہیں کہ راہ بھولوں کو اپنا دست بازو بناؤں۔"

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آسمان زمین تو کیا خود مخلوق کو بھی وجود کا جامہ پہناتے وقت پوچھا نہ گیا اور نہ مشورہ لیا گیا کہ تم کو کس طرح بنایا جائے۔ ظاہر ہے مخلوق خود تخلیق کی باریکیوں، پیچیدگیوں اور منصوبوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی کہاں رکھتی تھی کہ اسے طلب کیا جائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :-

"ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا، رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا، وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا" (۷۹۔ وَالنّٰزِعٰت، آیت ۲۷-۲۸-۲۹)

"کیا تم لوگوں کو پیدا کرنا زیادہ مشکل کام ہے یا آسمان کو جب کہ اللہ نے اس کو بنایا، اس کی چھت خوب اونچی اٹھادی پھر اس کا توازن قائم رکھا اور اس کی رات ڈھانک دی اور دن کو روشن کر دیا۔"

"لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔" (۴۰۔ مومن، آیت ۵۷)

"آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ مشکل اور بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

مستحکم قلعے :

"وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۔" (۸۵۔ البروج، آیت ۱) — "قسم ہے برجوں والے آسمان کی :

"وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا" — "اور ہم نے آسمانوں میں برج بنائے اور

وَزَیَّنّٰہَا لِلنّٰظِرِیْنَ۔" (۱۴۔ الحجر، آیت ۱۶) دیکھنے والوں کے لیے اسے زینت دی۔"

قدیم علم ہیئت میں انسان نے اپنی معلومات کے لیے آسمان کو خربوزے کی شکل تصور کر کے تخیل وگمان کی بارہ پھانکوں میں تقسیم کیا اور اپنی دانست میں ان کے نام بھی رکھ دیئے۔ عربی انگریزی اور سنسکرت میں جو نام ان برجوں کے رکھے گئے ہیں اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

انگریزی	سنسکرت	عربی
CAPRICORN	मकर	جدی
AQUARIUS	कुंभ	دلو
PISCES	मीन	حوت
ARIES	मेष	حمل
TAURUS	वृषभ	ثور
GEMINI	मिथुन	جوزا
CANCER	कर्क	سرطان
LEO	सिंह	أسد
VIRGO	कन्या	سنبلہ
LIBRA	तुला	میزان
SCORPIO	वृश्चिक	عقرب
SAGITTARIUS	धनु	قوس

یہ تمام برج ستاروں کی گزرگاہیں یا مدار کو جاننا چاہئے۔ چونکہ انسانی زبان میں قدیم

زمانے سے ان بروج کے لیے جو الفاظ مستعمل تھے وہ فن جوتش کے ذریعہ دوسری زبانوں میں بھی مستعمل ہونے لگے۔ یہاں اس مضمون میں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ کائنات میں آسمانی دنیا کی حیثیت کسی گمان کی نہیں بلکہ علم واستدلال کی رہی ہے، گو اس میں پھیر بدل اور کم زیادہ ہوتا رہا، اگلوں کے بعض تجربے اور علوم پچھلوں کی نگاہ میں کبھی کبھی ناقص پائے گئے اور کبھی ان ناقص علوم کے سہارے آگے بڑھ کر صحیح معلومات بھی انسان کو بطور حادثات کے ہوتی رہی۔

آسمان کا وہ مختصر حصہ جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے، انسان نے اسے ایک گھمنٹ مان کر تحقیق شروع کی ہے۔ اول کسی چیز کا تخیل کر کے ہی تحقیق کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری ہدایت ہے جو انسان اپنے ساتھ لے کر چل پڑتا ہے۔ جب آدمی کی تحقیق نے سفر شروع کیا تو اسے ان بروج کی حدبندی کے غیر مرئی خطوط کا احساس ہوا۔ اور یہیں سے آدمی جاننے لگا کہ یہ گزرگاہیں ہیں، ایک گذرگاہ یا مدار سے کسی شئی کا دوسری گذرگاہ یا مدار میں داخل ہوجانا سخت مشکل ہے، دوسرے الفاظ میں اسے یوں کہنا چاہئے کہ ہر دو مدار کے درمیان فضا میں سرحدیں قائم ہیں جو عالم بالا کے استحکام اور نظم کا پتہ دیتی ہیں۔

اہل تحقیق کے لیے تحفہ ربانی :

ذیل میں ہم قرآن مجید کی ان متفرق آیات کو پیش کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں جہاں آسمان سے متعلق کوئی بات بیان کی گئی ہو تاکہ علم وتحقیق کی دنیا میں صاحب عقل لوگوں کو غور وفکر کرتے وقت یہ آیات دھیان میں رہیں، یوں تو عالمی سائنس دانوں اور علم ہیئت کے ماہرین تک اگر یہ صفحات پہنچ جائیں تو مرتب اسے اپنی سعادت سمجھے گا کہ یہ لوگ علم وتحقیق کے راستے میں طہارت فکر سے کام لیں تو ان آیات کی روشنی میں وہ کچھ سمجھ لیں گے جو انہیں برسوں کی کاوش وجد وجہد کے بعد بھی شاید نصیب نہ ہو۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ — تو اے جن وانس! اگر تم زمین وآسمان

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۔" (۵۵۔ الرحمٰن، آیت ۳۳)

کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکو تو بھاگ دیکھو اور نہیں نکل سکو گے کہ اس کے لیے بڑا زور اور طاقت چاہئے ۔"

یعنی ساری مخلوق مل کر بھی چاہے کہ زمین و آسمان کی سرحدوں کو پھلانگ کر بھاگ نکلے تو یہ اس کے لیے ممکن نہیں، ہاں اس کے لیے طاقت اور زور ۔ یہ طاقت اور زور سے کیا مراد ہے ، اب تک نہیں کہا جا سکتا البتہ آنے والے دور کی تحقیقات سے شاید پتہ چلے کہ سلطان کیا ہے ۔

اوپر ایک سدرۃ المنتہیٰ ہے :

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ، ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ، فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ، مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ، اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ، عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۔"

(۵۳ ۔ النجم ، آیت ۷ تا ۱۵)

"اور وہ فرشتہ (وحی جبریل علیہ السلام) آسمان کے اونچے کنارے پر تھے، پھر نزدیک ہوئے اور ادھر لٹک آئے پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کے برابر اور اس سے بھی کچھ کم ، پھر وحی بھیجی اس نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجی ضروری تھی ، جھوٹ نہ جانا دل نے جو دیکھا ، کیا تم شک کرتے ہو اس پر جو دیکھا اس نے ، حالانکہ اس نے تو جبرئیل کو ایک اور اتارے میں بھی دیکھا ہے ، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس یہیں پر ہیں جنت کی قیام گاہیں ۔"

اس آیت میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ کا تذکرہ ہے جب کہ صاحب قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کے لیے بارگاہ رب العزت سلطان کائنات کی طرف سے طلبی ہوئی ،

دوران سفر معراج میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچے جو اس عالم اور اس عالم کے درمیان ہیں حد فاصل یا نقطۂ اتصال ہے جہاں پر اوپر سے آنے والے احکام کی باضابطہ وصولی ہوتی ہے اور نیچے سے آنے والے اپنی حد پرواز کو ختم پاتے ہیں، یہ کائنات خداوندی کے اس بھید اور اسرار میں ہے جسے جان لینا ہماری عقل کے بس میں نہیں اور دیکھ لینا ہماری بصیرت کی طاقت کے باہر کی چیز ہے۔ لیکن حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امر واقعہ یہ ہے کہ "سدرۃ" کے معنی بیری کے ہیں اور منتہیٰ کے معنی آخری سرے کے ہیں یعنی ایک ایسی حد فاصل جو اس عالم ناسوت اور عالم ارواح کے درمیان میں واقع ہے۔ واللہ اعلم، اور کچھ نہیں تو اس آیت سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ آسمانوں میں بھی درخت ہیں چاہے ان کی ساخت اور خاکہ یا ڈھانچہ "Design" کچھ بھی ہو۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔" (۳۹ - الزمر، آیت ۶۷)	ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسا اس کا حق تھا، اس کی شان تو یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام زمین اس کے پنجۂ اقتدار میں ہوگی اور آسمان اس کے دست راست پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اور وہ اعلیٰ و برتر ہے، ان مشرکین کے شرک سے۔"

یہ آیت پتہ دے گئی کہ آسمان رومال کی طرح اللہ کے دست قدرت میں لپٹے ہوئے ہوں گے، یہ اس کے کامل اقتدار اعلیٰ کی تصویر کی ایک جھلک ہمیں مل گئی، باقی رومال کو ہاتھ میں لپیٹنے کی ہمیں جس طرح کوئی خاص زحمت نہیں ہوتی اسی طرح اللہ کو ان تمام آسمانوں کو لپیٹ دینا آسان ہے، اسی مضمون کی ایک اور آیت بھی قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے۔

"یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا	"وہ دن ایسا ہوگا کہ ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے، جیسے لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا

فَاعِلِيْنَ ﴿﴾ (۲۱ - الانبیاء، آیت ۱۰۴)

کیا تھا دوبارہ کریں گے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے اور یہ کام بہرحال ہم کریں گے۔"

لکھے ہوئے مضمون کے کاغذ کو جس طرح ہم آسانی سے لپیٹ لیتے ہیں اسی طرح آسمان کو اللہ جل شانہ لپیٹ لیں گے اور دوسری بار اس چھت کی تعمیر بھی یوم الحساب کے بعد ہوگی اس کا اشارہ اس آیت میں ملتا ہے۔

ہیروں کی تھالی:

"اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

(۶۷ - الملک، آیات ۳تا۵)

"وہی ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے، تم رحمان کی کاریگری میں کوئی نقص نہیں دیکھو گے، سو تم نگاہ ڈال کر دیکھو تمہیں کچھ خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ کو اٹھا کر دیکھو، تمہاری بصیرت تھک ہار کر درماندہ ہو کر تمہاری طرف واپس لوٹ آئے گی، ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی ہے، اور شیطان کے مار بھگانے کا ذریعہ بھی ان چراغوں کو بنا دیا اور تمام شیطانوں کے لیے ہم نے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ کی اس تخلیق میں آدمی کو بار بار غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، آدمی کی بصیرت اور عقل حیران ہو مگر اس تخلیق کے اندر وہ کسی طرح کا نقص نہ پا سکے گا۔ رات کے وقت ستاروں کی بارات سے سج دھج والے آسمان کی طرف دیکھنے میں آدمی کے تخیل کی پرواز بھی بلند ہونے

لگتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے شعراء اور مفکرین نے تاروں بھری رات میں آسمان کو تاک کر اپنی فکر کے لیے ایک غیر محسوس غذا حاصل کی ہے، لیکن یہ مقصد بھی اس تخلیق کے مقصد کے لحاظ سے ناقص ہوگا۔ چونکہ اس تخلیق سے خدائے رحمان پر ایمان اور اس کے خلاق العلیم ہونے کے یقین کا حصول ہی دوسرے سب نتائج کے مقابل قیمتی مانا گیا ہے۔ کتنا حیرت انگیز ہے یہ منظر کہ ہیروں اور جواہرات سے بھری تھال کو الٹا کر دیا گیا ہو اور تھال سے نیچے گرنے کی بجائے یہ لعل و یاقوت رقص کرتے ہوں۔ اس منظر کو ہم میں کا ہر ایک ننگی آنکھ دیکھ کر بھی اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان نہ لا سکے تو پھر ایسے بدنصیب کی حرماں نصیبی پر ماتم بھی بے کار ہوگا، یہ تو گویا شیطان ہی ہوا کہ کارخانۂ قدرت کا منظر دیکھ کر بھی ایمان و یقین سے محروم ہی رہا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۚ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۙ
(۷۹۔ النزعت، آیات ۲۷-۲۸)

"کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا جسے اس نے بنا ڈالا، اس کی چھت کی اونچان اونچی اٹھا دی اور اسے درست کر دیا"

آدمی کا پیدا کرنا بہر حال آسمان کے پیدا کرنے سے آسان کام ہے۔ آسمان کو بنا دیا، اس کی چھت کو اتنی اونچی اٹھا دیا کہ علم الحساب کے تمام اعداد و شمار بھی اس کی دوری ناپنے میں ناکافی ہوں، پھر اونچان اور بلندی کے لحاظ سے اس کی چھت کا "سمک" یعنی "Breath" یا "Thickness" وسعت یا موٹاپا اچھا خاصہ بنا دیا اور ہر طرح متوازن رکھا۔ یہ کام بڑا زبردست اور ناممکن ہے، اسے تو بنا کر رکھ دیا گیا تب انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے، یہ استدلال اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ایک اور آیت کریمہ میں بھی ان الفاظ میں یہ مضمون دوہرایا گیا ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ
(۴۰۔ المومن، آیت ۵۷)

"آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو بھی نہیں جانتے۔"

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

"کیا ان لوگوں نے اونٹ پر نگاہ نہیں ڈالی

وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۔" کہ کس طرح پیدا کیا گیا اور آسمانوں کو نہیں دیکھا کہ کیسا پیدا کیا گیا ہے ۔" (۸۸ ۔ الغاشیہ ، آیت ۱۸)

اونٹ ایک محدود اور نگاہ میں سما جانے والا جانور ہے ، لیکن اس کی ایک کل بھی سیدھی نہیں پورا جسم ٹیڑھا میڑھا اور کبڑا ۔ اس کے مقابل آسمان کو دیکھو کہ ایک وسیع اور لامحدود چھت ہے لیکن نگاہ اور بصیرت اسے اپنے دائرے میں سمو نہیں سکتی ۔ اونٹ جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا وہ صحرا کے علاقوں کے بسنے والے بنی آدم کی مخصوص ضروریات کی تکمیل کا تھا ، اور آسمان جن ضروریات کی تکمیل کے لیے پیدا کیا گیا وہ اپنی جگہ بہت وسیع ہیں جس طرح صحرانوردی کرنے والے کے لیے اگر اونٹ کی تخلیق نہ ہوتی تو اپنی زندگی کو قائم رکھنا بہت مشکل پاتے اسی طرح آسمان کی ساخت اور اس کی مناسب تخلیق نہ ہوتی تو بنی آدم اس زمین پر رین بسیرا کرنے میں ناکام رہتا ۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۔" اور آسمان کو صرف ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ، اور ہم بڑے سمائی والے ہیں ۔" (۵۱ ۔ الذریت ، آیت ۴۷)

ایک ہی ہستی نے اپنے دست قدرت سے اس آسمان کو تعمیر کیا ہے ، کوئی دوسرا اس تخلیق و تعمیر میں اس کا شریک نہیں ، کوئی مشیر نہیں ، کوئی منصوبہ ساز نہیں ، کسی اور نے ڈیزائن اور نقشے تیار نہیں کئے ، سارا کام تنہا ایک ہی قادر مطلق کے حکم و ارادے سے ہوا ۔ اور آج تک ایک اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اس آسمان کی تخلیق کا دعوے دار بھی کوئی غیر اللہ نہ ہوا ۔ اسی طرح آسمان کی وسعت و سمائی جیسا کہ لفظ "موسعون" سے ظاہر ہو رہی ہے ، ہمیں خیال دلاتی ہے کہ آسمان کی وسعت اور اس کا وسیع و عریض ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت واسع کا پرتو و جلوہ ہے ، اللہ کو اس کی تخلیقات و مصنوعات سے جاننا چاہئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ، " تفکروا فی آلاء اللہ ۔" (اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی انواع و اقسام کی چیزوں میں تفکر کرو) پس یہی مقصود ہے کہ ہم آسمان دنیا کی وسعت سے اللہ تعالیٰ کے " واسع علیم " ہونے کی صفت پر ایمان لے آئیں ۔

آسمان لاکھ غیر محدود اور وسیع سہی ، مگر ایک جگہ اس کا کونا یا کنارہ ضرور ہوگا ، جب مخلوق ہے تو

فانی اور محدود ہونا بھی ساتھ لگا ہے۔ داغِ بندگی، عجز و فنا پذیری ہر مخلوق کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے چاہے کوئی چیز کتنی ہی لامحدود ہو، اللہ بہر حال اس کے آخری سرے سے واقف ہے، مگر ہم بندوں کا یہ حال ہے کہ چھت کے نیچے رہتے رہتے اب تو اڑنے بھی لگے۔ جیٹ طیاروں میں پرواز کرنے لگے، زمین کے مدار اور قوت کشش کو پار کر کے خلا میں ہو آئے، چاند پر بھی بنی آدم اتر گئے، مگر آسمان کی لامحدود وسعتوں کو اس واسع علیم نے اپنے علم میں سمار کھا ہے، ہم بندوں کے لیے تو آسمان کی وسعتیں لامحدود ہی رہیں۔

کائنات گواہی دیتی ہے:

کانپ رہا ہو گا۔

"یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا" (الطور، آیت ۹) "اور اس دن آسمان کانپ رہا ہو گا۔"

آسمان بھی ایک دن تھرا اٹھے گا، تھرتھراہٹ یا کپکپی کے معنی میں "مورًا" کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔ کانپنے اور تھرانے میں اسی چیز کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں لچک ہو اس سے معلوم ہوا کہ آسمان کی پوری چھت میں ایک درجہ کی لچک بھی ہے یا پھر قیامت کے دن اس امر الٰہی کے تحت لچک پیدا ہو جائے گی۔ ایک ساکن چھت اس دن گھومنے چکرانے لگے گی اور سارا نظامِ عالم درہم برہم ہونا شروع ہو گا۔ دوام اور ہمیشگی کسی مخلوق کو خدا کی بارگاہ میں حاصل نہیں ہے۔ جس وقت تک جس چیز کو کھڑا رہنے کے لیے بنایا گیا تب تک ہی اسے قائم رہنا ہے باقی سب کا وقت آنے پر ہر ایک کو چکر کھا کر گر جانا ہے پس آسمانِ دنیا چاہے جتنی بڑی مخلوق ہو، ایک دن اسے بھی فنا ہونا لازمی ہے۔

نظامِ سلطنت :

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ، یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

(۵۷۔ الحدید۔ آیت ۴)

"اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا فرمایا پھر تختِ سلطنت یعنی عرش پر جلوہ فرما ہوا، وہی جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ چڑھتا ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے"

آسمان و زمین کا نظامِ سلطنت قدرت کا قائم کیا ہوا ہے، اگر ان دونوں کو (Command) کرنے کے یا باضابطہ منضبط طور پر چلانے کے لیے ایک مرکزی اقتدار نہ ہوتا تو باوجود ساری مصنوعات کے بھی نظام نہیں چل سکتا تھا۔ وحی کی زبان میں اسی کو عرش کہا گیا ہے۔ یہ لفظ کوئی خیالی یا وہمی نہیں بلکہ اس کائنات کے نظام کو چلانے میں ایک مرکزی سلطنت کے وجود اور اس حکومت کا حاکمِ اعلیٰ ایک ہی غالب مقتدر الملک القدوس العزیز الحکیم ہے۔

تختِ سلطنت پر جلوہ فرمائی صرف اسی ایک کی ہے۔ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد وہ الگ تھلگ بیٹھ نہیں گیا بلکہ اپنی کائنات پر قابض بھی ہے اور تمام اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں، نہ تو وہ اپنی تخلیق سے غافل ہے نہ کسی دوسرے کے سپرد اس نظام کو کر دیا ہے۔ کائنات کے ہر گوشے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے علم و ارادے سے ہو رہا ہے۔ ایک ایک دانہ یا گٹھلی جو زمین کی اندھیاریوں میں داخل ہوتی ہے یا کوئی بھی ڈنٹھل یا کونپل، پودا، درخت یا ننھی سی گھاس کی سوئی جو زمین سے نکلتی ہو، بارش کا ایک قطرہ جو آسمان سے اترا ہو یا سمندروں سے اٹھنے والے بخارات ہوں سب اس کے علم میں ہیں، اس کے وسیع علم جیسا علم کسی مخلوق کو حاصل ہی نہیں، لہٰذا کوئی بھی کسی درجہ میں اس

پاک اور کامل ہستی کا شریک ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

آگ کے شعلے:

"وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا"

(۷۲۔ الجن، آیت ۸-۹)

"اور آسمان کو ہم نے ٹٹول کر چھو کر دیکھا تو ہم نے پایا کہ وہ سخت چوکی، پہرہ اور شدید انگاروں اور آگ کے شعلوں سے بھرپور ہے اور یہ کہ ہم آسمان میں سن گن لینے کو جگہ بنا کر بیٹھتے تھے اب جو کوئی سننا چاہے تو اپنے لیے ایک تیار شعلہ پاتا ہے۔"

جنات ایک ناری مخلوق ہیں، انہیں اپنے جسم کی لطافت اور عدم ثقل کے سبب فضائے آسمانی میں پرواز و سکونت، خاکی مخلوق کے مقابل بہت آسان ہے ان کا بیان قرآن کی سورۂ جن میں درج ہے اسے ہم نے اوپر نقل کیا ہے، نزول قرآن کے ساتھ ان کا وہاں جانا اب بند ہو کر آتشیں تیروں کی سخت اور ناقابل عبور بارش کے سبب ان کے تمام اڈے جل کر بھسم ہوئے اور کہانت و فن نجوم و غیب دانی کی خبریں اور رمل وغیرہ باطل قرار پائے اور علم وحی یا انسان کے تجرباتی ادوار میں حاصل شدہ علوم ہی مستند اور کارآمد ہیں۔ باقی علوم کے داعی خود ہی اپنی جگہ چھوڑ چکے، تب ان علوم کی کوئی اہمیت نہ رہی، نزول قرآن تک اس طرح کے علوم صفحۂ ہستی میں اپنا وجود بہرحال رکھتے تھے، لیکن قرآن اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ایسے علوم کی اب کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ سورۂ جن اور سورۂ احقاف میں جناتوں کے قول سے حسب ذیل باتوں کا خلاصہ ملتا ہے۔

جنات ایک آتشیں مخلوق ہے۔ آسمانوں کی بلندیوں تک اس کی پرواز ممکن ہے۔ نزول قرآن کے ابتدائی ایام میں انہیں اپنے مشاغل میں دشواری پیش آئی اور زمین پر انہوں نے چھان بین

شروع کی کر آیا کیا وجہ ہے کہ فضائے آسمانی میں پہلے کی بہ نسبت اب سخت چوکی پہرہ بٹھا دیا گیا ہے جناتوں کے ایک گروہ نے ڈھونڈ کر اس سبب کو تلاش کر ہی لیا اور وہ سبب تھا انسانوں کی ہدایت کے لیے نزولِ قرآن کا شروع ہونا، چونکہ اندازے اور تخمینہ وہم و گمان، صحیح و غلط کی آمیزش سے مجروح علوم سے اب انسان کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے ان علوم کو بے قیمت کر دینا ہی مناسب مانا گیا اور اس کے مقابلے میں انسان کو آئندہ زندگی کے لیے حقیقت کا علم ہی کام دے سکے گا اس لیے نامکمل اور ادھورے علوم کے مقابل اسے وحی الٰہی اور عینی مشاہدہ و تجربہ سے مدلل علم کو مناسب اور موزوں سمجھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سنت مبارکہ رہی ہے کہ ناکارہ چیزوں کو ہٹا کر کارآمد اشیاء کو ان کے مقامات پر لایا جائے تاکہ یہ ہنگامہ حیات برابر دلچسپی کا سبب بنا رہے۔

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ"

(۱۳- الرعد، آیت ۱۷)

کرسی اقتدار کے گھیرے میں :

"وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ" (۲- البقرہ، آیت ۲۵۵)

(گھیرے میں لیے ہوئے ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو، اور ان کی نگہبانی کرنا اللہ کو تھکا نہیں سکتا"۔ اس کا اقتدار اعلیٰ اور کرسی اقتدار زمین و آسمانوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے)

اس نظام کو تھام رکھنا خلاق العلیم کے لیے تھکانے والا کام نہیں ہے بلکہ اس کی حفاظت اور نگہداشت اس کے لیے بالکل آسان ہے۔ پیدا کرنے کے بعد اپنی تخلیق سے غافل نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے کارخانۂ تخلیق کا نظام خود ہی چلا رہا ہے۔ خود اکیلا ہی ناپیدا کنار سلطنت پر بالفعل حکمرانی کر رہا ہے۔ کرسیٔ اقتدار کا یہ تصور مشرک سوسائٹی کے کسی فرد نے آج تک اپنے خیالی شریک کے لیے نہیں کیا۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اتنے بڑے اقتدار اعلیٰ کا زبانی دعویٰ بھی کر لینا کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں، حکمرانی و سلطانی کا گھیرا ہر جگہ اسی ایک عظیم کرسی کا ہر شئی پر محیط ہے۔ دعویٰ، دلیل، امر واقعہ

ہر لحاظ سے اسی ایک خدائے ذوالجلال کے شایانِ شان ہے کہ اپنی مخلوق پر اسے حقِ حکمرانی حاصل ہے، اسے کوئی مانے تب بھی، اور نہ مانے تب بھی، ہر ایک پر اسی کی حکمرانی قائم ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح اقتدار کسی کی طرف سے لے تفویض نہیں ہوا اور نہ کسی کے بنانے سے وہ حاکم ہو گیا، بلکہ طوعاً و کرہاً ہر ایک پر صرف اسی کو حاکمیت حاصل ہے۔ دنیا کا ہر ایک عارضی حاکم اپنی رعایا و اقتدار سے تھک کر بیٹھ بھی جاتا ہے، سوتا ہے اور مر بھی جاتا ہے۔ لیکن وہ "حَیُّ الْقَیُّوْمُ" ایسا عالی شان ہے کہ اپنی مخلوق کی نگہداشت میں اسے کبھی تکان نہیں ہوتی۔

شرفِ ہم کلامی:

"تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی، اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی"
(۲۰۔ طٰہٰ، آیت ۴-۵)

"اتارا ہے اس قرآن کو اس نے، جس نے زمین بنائی اور آسمان اونچے کیے، وہ رحمان ہے تختِ سلطنت پر جلوہ فرمائی اس کی ہے۔"

قرآن کا نازل کرنے والا کون ہے؟ اس کی معرفت ان آیات میں کرائی گئی ہے۔ زمین کو بنا دینا، آسمان کو اونچا اٹھا دینا، اور تختِ سلطنت کو قائم کر دینا، یہ کام جس نے کیے ہیں اسی نے قرآن کو نازل کیا ہے۔ یہ اس سلطانِ کائنات کا کلام ہے جو بلا شرکتِ غیرے اس کائنات کا بادشاہِ حقیقی ہے، اپنی مخلوق میں بنی آدم کو شرفِ ہم کلامی عطا کرنے کے لیے ایسا کلام اس نے نازل فرمایا جب بھی بندہ چاہے اپنے خالق و مالک سے بات کرلے۔

بند کو کھول دیا:

"اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ"

کیا ان نافرمانوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کی ساخت پر کہ ان کے منہ بند تھے پس ہم نے انہیں کھول دیا، اور پانی کو ہم نے

اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ." زندگی کا سبب بنا دیا، کیا پھر بھی یہ نہیں مانیں گے؟"

(۲۱ - الانبیاء ، آیت ۳۰)

یہاں قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ کائنات کی ابتدائی شکل ایک (पीण्ड) تودے کی تھی یعنی زمین ، آسمان ، خلاء سب ملے ہوئے تھے پھر ان کو خدا نے کھول دیا اور الگ الگ کر دیا اب کائنات کا منہ کھل گیا مگر انسان بہر حال اسی تودے (MASS) میں بند ہے ، گھرا ہوا ہے ، رہا پانی تو یہ ہر ذی حیات کی زندگی کے قیام کا ذریعہ ہے ۔ پانی کی تخلیق اگر نہ ہوتی تو زندگی کی بقا کی کوئی ضمانت نہ تھی ، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ تودہ کو توڑ کر مخلوقات کو اس میں پھیلا دیا پانی بھی ساتھ ساتھ بنا دیا کہ زندہ رہ سکیں ، معلوم ہوا کہ آدمی اور دوسرے تمام مخلوقات گمٹ یا انڈے میں بند ہیں کہیں سے بھی بھاگ نکلنے کی جگہ نہیں ۔

نہیں سمجھو گے :

"اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ."

(۱۰ - یونس ، آیت ۳)

"سچ تو یہ ہے کہ تمہارا رب فقط وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا فرمایا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا ۔ کائنات کا انتظام حسن تدبیر سے وہی چلا رہا ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں کوئی سفارش کرنے والا نہیں ، بس یہی اللہ تمہارا رب ہے فقط اسی کی عبادت کرو ، کیا تم اب بھی نہیں سمجھو گے ۔"

اس آیت میں "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ" یعنی حسن تدبیر سے کائنات کا انتظام چلانے کی بات فرمائی گئی ہے ۔ نظام کائنات انکل پچو یا اندھے کی لاٹھی کی طرح نہیں ، یہاں جو کچھ ہو رہا ہے ایک

منصوبہ بندی اور حسن تدبیر سے ہو رہا ہے۔ کسی بھی کام میں کوئی غیر اللہ دخل نہیں دے سکتا حتی کہ اس کی اجازت و مرضی جانے بغیر کوئی بھی کسی کے لیے سفارش نہیں کر سکتا، مشرکین نے عقیدۂ شفاعت میں طرح طرح کی ٹھوکریں کھائی ہیں اور اپنے وہمی و خیالی معبودوں کی فوج کی فوج لیے بیٹھے ہیں جو خدا کے دربار میں ان کی سفارش کرے گی، لیکن یہاں یہ بتایا گیا کہ یہ تمام عقائد جعلی اور جھوٹے ہیں حق صرف وہی ہے جو اللہ نے ارشاد فرمایا، کیا اب بھی حق بات کو سمجھنے میں کسی کو دقت پیش آ سکتی ہے؟

عقل والو:

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔"

(۲۔ البقرہ، آیت ۱۶۴)

"آسمان اور زمین کا بنانا، اور رات اور دن کا ادل بدل کر آنا جانا، اور کشتی جو لے کر چلتی ہے دریا میں انسانوں کے نفع کی چیز کو، اور آسمان سے اللہ نے جو پانی اتارا پھر زمین کو مرے پیچھے زندگی دی اور بکھیر دیئے اس میں ہر قسم کے جانور، اور ہواؤں کا الٹ پھیر اور بدلیاں جو حکم کی تابع ہیں زمین اور آسمان کے بیچ، ان تمام میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِهِمْ

" یقیناً زمین و آسمان کی تخلیق میں اور رات اور دن کے باری باری آنے جانے میں ان عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔"

(۳ - آل عمران، آیت ۱۹۰-۱۹۱)

لیتے اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں کہ پروردگار تو نے ان کو فضول اور بے مقصد پیدا نہیں کیا تو بے عیب ہے اور اس نقص سے بھی پاک ہے کہ کوئی فضول کام کرے پس اب ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے ۔"

مشاہدہ کائنات پر ہر صاحب عقل کو اسی ایک نتیجہ پر پہنچنا لازمی ہے کہ اس کارخانۂ حیات کا کوئی خالق علیم اور مدبر ہے، وہی حاکم ہے، رب اور محتسب ہے۔ یہ کائنات نہ خود بخود وجود میں آسکتی ہے نہ بہت سی شخصیتوں کے بنائے ہوئے ڈیزائن سے وجود میں آسکتی ہے۔ اسے کوئی ایسی ہی طاقت (Supreme Power) چلا رہی ہے اور وہی اس بنی سنوری کائنات میں حضرت انسان کو نپی تلی زندگی دے کر بوقت موت اپنے دربار میں طلب کر لیتا ہے، پھر باغیوں کو یوم الحساب سزائے عظیم ملتی ہے اور وفاداروں کو اجر عظیم۔ یہ نتیجہ کتب آسمانی اور خدا کے تمام بڑے لوگ اور نیک بندوں نے بھی ہمیں بتایا ہے لیکن اگر کوئی بدعقل اس نتیجہ کے خلاف کوئی اور بات اخذ کرتا ہے تو قرآن نے اس سے پوچھا ہے کہ :-

"اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۔"

(۲۷ - النمل، آیت ۶۰)

"بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے بارش نازل کی پھر اس کے ذریعے بارونق باغات اگا دیئے جن کے درختوں کو اگا لینا تمہارے بس کی بات نہ تھی، کیا اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی اور بھی حاکم ہے! نہیں، نہیں! بلکہ یہ لوگ تو دوسروں کو اللہ کا برابر قرار دیتے ہیں۔"

اب چاہے کوئی دہریہ ہو یا مشرک، یہ دعویٰ بہر حال نہیں کر سکتا کہ زمین و آسمان کو اسی نے خود بنایا ہے یا اس کے شریکوں نے، ہاں دہریہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس کائنات کو کون وجود میں لایا ہے، یا آپ سے آپ خود نظام کائنات ہی وجود میں آگیا، وہاں مشرک یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نظام کائنات میں خدا کے ساتھ اور بھی میرے خیالی شریک تخلیق میں شامل تھے، لیکن یہ دونوں بات کے کہنے والے اپنی کذب بیانی میں کسی کو اللہ کا ہم صفت بناکر پیش نہیں کر سکتے کہ اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ فلاں شخص بھی شریک خلق رہا ہے۔

دھیان کرو :

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ

"اور بہت ساری نشانیاں ہیں آسمان وزمین کی جن پر سے یہ لوگ گذرتے ہیں پھر بھی ان پر دھیان نہیں کرتے۔"

(۱۲۔ یوسف، آیت ۱۰۵)

زمین و آسمان کی بیشتر نشانیوں سے ہر ایک آدمی کا روزانہ واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے، آج بارش بہت ہوگئی، کل دھوپ بہت تھی، آج گرمی بہت زیادہ ہے، سوکھا پڑگیا، سردی بہت ہے، ہرا گرم چل رہی ہے، صبح ہوگئی، رات ہوگئی، دوپہر کا وقت ہے، فلاں کی موت ہوگئی، فلاں سخت بیمار ہے، وہ آدمی بہت دکھی ہے، ہماری فلاں ضرورت پوری نہیں ہو رہی ہے، آج گھر میں سانپ نکل آیا یا گھر میں آگ لگ گئی، بچہ مرگیا تقدیر میں تھا وقت پر مل گیا وغیرہ باتیں سب آیات الٰہیہ ہیں۔ اگر ہم ان باتوں سے سراغ لگائیں اور دھیان کریں تو ہر جگہ قدرت کا مخفی ہاتھ دکھائی دے گا اور جانوروں کی طرح بے دھیان رہیں تو ان باتوں سے کچھ بھی نتائج نہیں نکال سکیں گے۔

بامقصد تخلیق :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ

"اور ہم نے آسمان زمین اور ان کے درمیان

وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ؕ" (۳۸ - ص، آیت ۲۷)	کی چیزوں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ خیال تو منکروں کا ہو سکتا ہے، اور ایسے منکرین کے لیے بربادی ہے آگ کی۔"
" وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝" (۴۴ - الدخان، آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰)	" ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا، ہم نے ان کو برحق اور بامقصد پیدا کیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں، درحقیقت فیصلہ کا دن ان سب کے لیے حاضری کا وقت ہے۔"

اوپر درج شدہ آیات یہ بتا رہی ہیں کہ یہ نظام بے مقصد، فضول اور بے نتیجہ یا بطور کھیل نہیں ہے بلکہ یہ بامقصد، نتیجہ خیز اور سنجیدہ منصوبہ بندی کے تحت وجود میں لایا گیا ہے، جس کسی نے اسے اس نگاہ سے کہ یہ کائنات بے نتیجہ ہے وہ خود اپنے وجود اور تخلیق کے مقصد سے باغی ہو گیا، ایسے لوگ اگر بے اثر ہیں تو ان کی ذات سے بے عملی اور گناہ کا ظہور رہو گا اور اگر بااثر یا طاقت ور لوگ ہیں تو جب تک زمین پر زندہ رہیں گے ادھم اور فساد برپا کریں گے اور مخلوق کی گمراہی کا سبب بنتے رہیں گے۔

خُلاصۂ کلام:

اب تک آپ نے ان صفحات پر زیادہ تر آسمان کی تخلیق بندش، افلاک، اجرام سماویہ اور عالم بالا کے نظم و ضبط پر ان چند امور پر مطالعہ فرمایا جو آیات قرآنی سے اخذ کیے گئے تھے۔ اس مطالعہ کا حاصل اگر کچھ ہو سکتا ہے تو صرف یہی کہ اس کائنات کا کوئی بنانے والا ہے، اور یہی نتیجہ اصل محرک ہے اس مضمون کے لکھنے کا۔ ظاہر ہے کہ آسمان اور کائنات کی تخلیق کا دعویدار کوئی انسان تو ہے نہیں کہ ہم کو اس مسئلے میں بحث و تکرار کی ضرورت پیش آئے وحی اور

نزول کی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی تخلیق کا دعویٰ کیا ہے، اور کائنات زبانِ حال سے اپنے ایک ہی خالق و مالک ہونے کا برابر اعلان کرتی آ رہی ہے، ارشاد باری ہے:

"الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"۔ (۲۔ البقرۃ، آیت ۲۲)

"اسی نے تمہارے لیے زمین کا فرش بنا دیا، آسمان کا چھت بنا دی، اوپر سے پانی برسایا اور پانی کے ذریعہ ہر قسم کی پیداوار بطور رزق تمہارے لیے نکال دی، پھر تم یہ بات جانتے ہو تو اللہ کے مدمقابل دوسروں کو مت ٹھہراؤ۔"

دین و مذہب کی دنیا میں تفرقہ شرک سے پیدا ہوا جب آدمی نے خدا کا شریک اپنے جیسے انسانوں کو قرار دیا۔ ہر گروہ نے اپنے کچھ خاص لوگوں کو جو مذہب کی دنیا میں بڑے تھے خدا کا مدمقابل بنا لیا۔ بس پھر کیا تھا گروہ لاتعداد تھے تو شریک خدا بھی لاتعداد ہو گئے، اس طرح مذہب اور دین میں ایک طرف اختلاف در اختلاف کی ہوا چل پڑی۔ چونکہ ایک شخصیت ایک گروہ کے نزدیک قابلِ پرستش تھی تو دوسرے گروہ کے نزدیک دوسری شخصیت اللہ کی صفات میں جوڑنے کے قابل تھی، اس لیے آپس میں مارا ماری ہونے لگی اور الگ الگ دین و مذہب ایجاد ہونے لگے۔ حالانکہ اللہ کا تصور ہر ایک کے پاس تھا۔ لیکن اللہ کی صفات بندوں میں تقسیم کی جانے لگی اور بندے اللہ کے شریک بتلائے گئے، پھر کیا تھا الگ الگ فلسفے ایجاد ہوئے، طرح طرح کے مسلک وجود میں آئے اور بالآخر آدم کا گھرانہ پھٹ گیا اور انسان اللہ کا بندہ ہونے کے باوجود بھی بہت سوں کا بندہ بن کر رہ گیا جو بندے تھے وہی اللہ کے بیٹے بنا دیئے گئے، کہیں اللہ کے وزیر اعظم قرار دیئے گئے، کہیں یہ ہوا کہ سورج، چاند اور تارے بھی دیوتا مانے گئے اور کبھی تو آدمی مشرک ہو کر ایسی جہالت پر اتر آیا کہ جھاڑ پہاڑ اور جانوروں تک کو نافع و ضار ماننے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی سے بچا کر ہم پر یہ بڑا احسان کیا کہ ہم نے اللہ کا شریک اور ہمسر کسی

کو بھی نہیں مانا۔

"مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔"

(۱۲- یوسف، آیت ۳۸)

"یہ ہم انسانوں کی شان اور مرتبے کے خلاف ہے کہ ہم کسی کو بھی اللہ کا شریک جانیں اور شرک سے بچنا یہ سراسر اللہ کا ہم پر اور تمام انسانوں پر فضل ہے، لیکن اکثر لوگ اس فضل پر اللہ کا شکر نہیں مانتے۔"

یہ تمام باتیں تاروں کے نظام میں کسی بالاتر ہستی کا پتہ دے رہی ہیں

ستارے

آسمان کی چھت کے نیچے روزانہ آپ کو تاروں کی بارات دکھائی دیتی ہے، یہ تارے جہاں ان گنت ہیں وہیں جسامت کے لحاظ سے ہماری زمین سے کروڑوں گنا بڑے ہیں اور یہ تمام تارے فضا میں ادھر لٹکے ہوئے گھوم رہے ہیں۔ کسی کی چال سیدھی ہے پھر الٹی ہو جاتی ہے، کسی کی روشنی کم ہے کہ وہ ہم سے بہت دور ہے اور کوئی دھندلا سا دکھائی دیتا ہے کہ اس کی روشنی ہم تک پہنچنے میں ابھی لاکھوں سال چاہئے۔ کسی کی روشنی خوب ہے کہ وہ ہم سے قریب ہے، یہ تارے کس کام کے ہیں؟ انہیں کس نے بنایا ہے؟ کیوں بنایا ہے؟ کب سے ہیں کب تک رہیں گے؟ ان سوالات کے جوابات اگر ہمیں ٹھیک ٹھیک مل جائیں تو ہم حقیقت کو پا جانے میں کامیاب ہوں گے ورنہ انسان نے ان تاروں کی عظمت سے مرعوب ہو کر ان کی پرستش بھی کی ہے، ظاہر ہے کہ کواکب پرستی کو مٹانے کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو بھی کوشش کرنی پڑی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں سے متعلق ضروری معلومات فراہم کر دی ہیں، اگر انسان علوم قرآنیہ کو ذریعہ بنا کر علم و تحقیق نیز اللہ کے عطا کئے ہوئے نور بصیرت سے کام لے تو حقیقت

کو آسانی پا جائے گا۔

"وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔"

(٦ - الانعام، آیت ۹۸)

"وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو خشکی اور دریا کی اندھیاریوں میں راہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا، بلاشبہ جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لیے تفصیل سے ہم نے اپنی نشانی بیان کردی"

آثار کائنات میں تارے خشکی اور سمندر کے مسافروں کے لیے رہنمائی کا کام دیتے ہیں، ایک تارہ قطب نما ایسا بھی ہے جسے (Pole Star) کہتے ہیں، سمت اور رخ معلوم کرنے میں قدیم زمانے سے جدید تک مسافروں کو راہ بتانے میں اس تارے کا بڑا اہم رول ہے، اگر قدرت اس تارے کو مخصوص طور پر پیدا نہ کرتی تو انسان بھٹکتے رہتا۔ چونکہ دن کے مقابلے میں رات کو مسافروں کا بھٹک جانا زیادہ ممکن ہے اور سمندروں میں تو جہازوں کے بے راہ ہونے کے امکانات اور بھی قوی ہو جاتے ہیں۔ انسانی قافلہ سفر کے دوران بھٹک نہ جائے اس کے لیے خالق کائنات نے نیلی چھت پر قندیلیں لٹکادیں۔ اب اگر انسان نے بربنائے جہالت ان قندیلوں کی پوجا کی تو یہ اس کی نہ صرف بے بصیرتی ثابت ہوئی، بلکہ یہ ایک طرح سے خالق کائنات کی نافرمانی و بغاوت بھی ہوئی کہ تمام چھوٹی بڑی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے جس رب نے تمام طرح کا سامان تیار کر دیا اسی کی بندگی کو چھوڑ چھاڑ کر انسان نے ان سامانوں کی بندگی شروع کردی، ایسی بہت سی چیزیں کائنات میں خدا نے بنادی ہیں، جن کی وجہ سے انسان نفع حاصل کرتا رہتا ہے جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

"وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا

"اور بہت سے راہ بتلانے والے نشانات (Land Marks) بنادیے، اور تاروں کے ذریعہ بھی لوگ راستے معلوم

نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(۱۶ ۔ النحل ، آیت ۱۶۔۱۸)

کرتے ہیں، پھر بتاؤ کہ جو پیدا کرتا ہے وہ درجے میں ایسا کیوں ہو گا جو پیدا نہیں کر سکتا ہو، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہ گن سکو گے، بلاشبہ اللہ مغفرت فرمانے والا مہربان ہے۔"

صحراؤں اور سمندروں میں نیز فضائے آسمانی میں امتیازی نشانات و علامات وقندیلیں لاکھوں ہو سکتی ہیں، پھر اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں، اگر ان نعمتوں کی پوجا پاٹ آدمی کرنے لگے تو ایسا چکر چلے کہ معبودوں کا سلسلہ ان گنت ہو جائے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر چیز اپنے بنانے والے کے آگے سجدہ ریز ہے، پھر ہم بھی صرف اپنے خالق کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوں۔!

"وَّالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ یَسۡجُدَانِ" (۵۵۔ الرحمٰن، آیت ۶) "تمام تارے اور درخت خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔" یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ جس طرح انسان نے کواکب پرستی کی ہے اسی طرح درختوں کی پوجا بھی کی ہے۔ کاش! اسے معلوم ہوتا کہ جو چیزیں خود ہی اپنے خالق کے آگے سربسجود ہیں انہیں پوجنا اور ان کی بندگی یا عبادت کرنا انتہا درجے کی جہالت ہے۔

اللہ نے تاروں اور ان کی گذرگاہوں (MANSIONS OF THE STARS) اور مدار کی قسم پیش کی ہے تاکہ انسان صرف اپنے ایک ہی خالق و مالک کی بندگی کرے اور اشیاء پرستی سے تمام تر کنارہ کش ہو جائے۔

"فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ، وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ"

(۵۶ ۔ الواقعہ، آیت ۷۵،۷۶)

"میں ستاروں کے مدار (ORBIT) کی قسم پیش کرتا ہوں بطور شہادت کے (کہ تمہارا رب ہی عظمت والا ہے) اور اگر تم جانو تو یہ بہت بڑی شہادت ہے۔"

تاروں کی مختلف حیثیتیں (POSITIONS) ان کی گردشیں ایک مدار سے دوسرے مدار میں

داخل ہونا، یا بعض کے لیے اپنے مدار کے سوا دوسرے مدار میں داخلہ ممنوع ہونا یہ تمام باتیں تاروں کے نظام میں کسی بالاتر ہستی (Supreme Power) کے وجود کا پتہ دے رہی ہیں۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ تارے لافانی نہیں ہیں ایک دن ان کو بھی فنا ہونا ہے، لازوال اور ہمیشہ رہنے والی ذات اللہ کی ہے باقی ہر ایک کو اپنی عمر پوری ہونے پر فنا کے گھاٹ اترے بغیر چارہ نہیں۔ "وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ" (۸۱-التکویر، آیت ۲) "اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے"۔

نجمِ ثاقب:

تاروں بھرا آسمان آدمی کے سر پہ ہر وقت تنا رہتا ہے، رات میں خصوصی طور پر تاروں کا منظر ہماری آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے، لیکن دن میں بھی یہ تارے موجود ہوتے ہیں، گو دن میں سورج کی روشنی انہیں دیکھنے میں مانع ہے، پھر بھی اگر کوئی آسمانی پریشانی اچانک آ پڑتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ "دن میں تارے دکھائی دینے لگے" تاہم رات میں ستاروں کی جگمگاہٹ ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے۔

"وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ۔ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ۔"

"آسمان کی قسم! اور رات میں آنے والے تارے کی قسم! اور تم جانتے ہو کہ رات میں نمودار ہونے والا کیا کچھ ہے؟ وہ تارا ہے چمکتا ہوا۔ کوئی جان ایسی نہیں کہ اس پر نگہبان مقرر نہ ہو"۔

(۸۶ - الطارق، آیت ۱-۲-۳-۴)

طارق کہتے ہیں اندھیاری کو چیر دینے والے تیز اور روشن تارے کو جو تاریکی کو چھید ڈالے، اتنا روشن تارہ "نجم ثاقب" کہا جائے گا، گویا آسمان میں تاروں نما قندیلوں والے چوکی پہرے ہیں جو ہم پر محافظ ہیں۔

شعریٰ کا رب:

"شعریٰ" نامی تارا جس کا انگریزی میں مشہور نام (SIRIUS) ہے، اس کے علاوہ بھی دو اور ناموں سے پکارا جاتا ہے (Canismagjris - Dog Star) ہندوستان میں اسے लुब्धक کہا جاتا ہے اس کی روشنی ہمارے سورج سے ۲۳ گنا زیادہ ہے۔ زمین سے یہ اتنا دور ہے کہ سورج سے روشنی میں کم اور جسامت میں چھوٹا نظر آتا ہے۔ اہل عرب اسے اپنی قسمت کے بناؤ بگاڑ میں دخیل سمجھتے تھے۔ مصر والے اسے اپنا معبود مانتے تھے اور قدیم اہل ہند تو ستاروں کے پرستار مشہور ہیں۔ قرآن نے ستاروں کا رب خالق کائنات کو بتایا، مخلوق چاہے جتنی بڑی ہو، عظیم ہو، طاقتور ہو، مگر کوئی بھی براہ راست اپنے ارادوں، اختیار اور وجود کے لحاظ سے یہ طاقت ہرگز نہیں رکھتی کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ یہی وہ نظریۂ حیات ہے جس کی جڑوں سے عقیدۂ توحید کے سوتے جاری وساری ہیں۔ یہ انسان کی جہالت اور نادانی ہے کہ جس خالق نے اسے اپنی بندگی کے لیے خصوصی طور پر ذی اختیار پیدا فرمایا ہے، اسی کی پیدا کی ہوئی اور انسان سے زیادہ بے اختیار چیزوں کو انسان نے اپنا مسجود بنا لیا۔

"وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ" (۳۴- سبا، آیت ۲۰)	"ابلیس نے ایسے لوگوں کے بارے میں اپنا خیال سچ پایا کہ ایمان والوں کی ایک جماعت کے علاوہ سب نے اس کی اتباع کی"

تارے بھی فانی ہیں:

اس کائنات میں جو شئے ہمیں دکھائی دیتی ہے یا جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے وہ سب کی سب فنا پذیر ہیں۔ ہر ایک کی فنا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ چیز چاہے کتنی ہی بڑی ہو بہر حال خالق کی تخلیق ہے اور مخلوق کو فنا پذیری لازم ہے اس لحاظ سے تاروں اور ستاروں

کا ایک روز مٹ جانا یقینی ہوا۔

اللہ نے اپنے کلام میں کئی مقامات پر تاروں کے بے نور ہو جانے اور جھڑ پڑنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (۸۱۔ التکویر، آیت ۲) "اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔"

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ (۷۷۔ المرسلٰت، آیت ۸) اور جب تارے مٹا دیئے جائیں گے"

غرض کہ ان آیتوں سے ستاروں کا فانی ہونا ثابت ہوا اور ان کے فنا پذیر ہونے سے اللہ کی قدرت و طاقت کا اندازہ ہوا، نیز ان کے پرستاروں کی کم علمی و کم فہمی بھی ظاہر ہو گئی۔

علم کی حقیقت:

علم ایک ایسی حقیقت ربانی ہے کہ ہر چیز کی حقیقت علم سے بے نقاب ہوتی ہے لیکن علم کی بھی ایک حقیقت ہے اور وہ یہ ہے کہ علم تو بذات خود صحیح ہو اور دوسری طرف علم کا ہم صحیح استعمال کریں، علم نفع اسی وقت دے گا جب ہم خود اس کے تابع ہوں گے اگر ہم علم کے تابع نہیں تو علم ہمیں کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ایک چھوٹی سی مثال اس کی یوں سمجھئے کہ آگ سے ہاتھ جل جائے گا، اس کا علم ہونے کے بعد اگر ہم آگ میں ہاتھ ڈالیں گے ہاتھ جل جائے گا اور اس تکلیف کو محض ہمارا علم دور نہیں کر سکے گا جب تک ہم اس کے تابع ہو کر آگ سے بچنے کی فکر نہ کریں گے۔

ایک بڑی مثال اس ضمن میں اہل یونان کی ہے۔ یہ لوگ ایک وقت میں روئے زمین پر علم نجوم میں بڑے ماہر ہو گئے تھے، ان کے گلی کوچوں میں کھیلنے والے بچے تک علم نجوم میں اتنے آگے تھے کہ شاید آج کا انسان بھی ستاروں کے علوم میں اتنا آگے نہیں، کہا جاتا ہے کہ اس قوم کی بد اعمالی کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک شہر کو آسمانی عذاب سے ہلاک کرنے کا

فیصلہ فرمایا۔ شہر کی تباہی کی ذمہ داری فرشتۂ اعظم حضرت جبرئیل ؑ کے ذمہ ڈالی گئی۔ ایسی متمدن بستی اور علوم و فنون کے ماہر لوگوں کے مرکز کو حکم خداوندی کے تحت تہس نہس کرنے سے پہلے انہیں خیال ہوا کہ ذرا دیکھیں یہ لوگ علم میں کیا کچھ ہیں۔ ایک گلی میں حضرت جبرئیل ؑ نے ایک بچے کو کھیلتے ہوئے پکڑا اور اس سے پوچھا کہ میاں! تم کیا جانتے ہو؟ اس نے کہا، علم نجوم جانتا ہوں، ستاروں کے مدار سے واقفیت رکھتا ہوں اور عالم ملکوت میں کون کہاں ہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں۔ حضرت جبرئیل ؑ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ! جبرئیل اس وقت کہاں ہے؟ لڑکے نے فوراً اپنے بیفے سے گوٹیاں نکالیں تاروں پر نگاہ ڈالی، اور اپنے فن کے مظاہرے میں لگ گیا کہنے لگا جبرئیل آسمان میں نہیں ہے۔ حضرت جبرئیل ؑ نے پھر پوچھا کہاں ہیں؟ اس لڑکے نے پھر اپنے علم کا استعمال کیا اور کہنے لگا کہ دائیں بائیں بھی نہیں۔ اب لڑکا بہت تیزی سے اپنے علم کا استعمال کرنے لگا اور بول اٹھا کہ جبرئیل تو اس وقت زمین میں بھی نہیں ہے۔ اور پھر کچھ سوچ کر اپنے انچھر ڈال کر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! جبرئیل تو آکاش، پاتال، سمندروں، صحراؤں کہیں بھی نہیں، اب ہو نہ ہو یا تو میں جبرئیل ہوں یا تم ہو، چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں تو بہر حال جبرئیل نہیں ہوں لیکن اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جبرئیل بس تم ہی ہو۔

حضرت جبرئیل سمجھ گئے کہ علم نجوم میں اس شہر کے لوگوں کا مقابل بنی نوع آدم میں کوئی نہیں لیکن بدراہی اور شرک و گناہ کبیرہ میں اہل یونان ایسے گرفتار ہوئے کہ ان کا علم ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ جبرئیل کا پتہ لگا لینا بھلے آسان ہو لیکن علم کے تابع ہو کر جبرئیل پر ایمان لاکر زندگی گذارنا واقعی اہم کام ہے۔

علمی تجربہ "Science and Technology"

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ تنہا چیزوں کا علم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ علم سے نتائج کا اخذ کرنا ضروری ہے اور اسی نسبت سے ہم ان نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے تجربے کرتے

ہی رہتے ہیں، ان تجربوں میں مسلسل درمیان دینے ہی "Science and Technology" جیسے علوم ہمارے سامنے وجود میں آئے، ان علوم کے ذریعہ ہی ہم انسانوں نے ان گنت چیزیں اپنے نفع، بھلائی، سہولت اور آرام کی ایجاد کرلی ہیں اور مزید ایجادات کا سلسلہ جاری ہے۔

جانوروں پر سواری کا زمانہ:

کیا ہمیں نہیں معلوم کہ مدتوں جانوروں پر سواری کی ہے، گھوڑے، گدھے، خچر اور اونٹ پر انسان نے بڑی لمبی مدت تک سواری کی ہے اس کا تذکرہ قرآن کریم نے بھی کیا ہے۔

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

(۱۶۔ النحل، آیت ۸)

اور گھوڑے، خچر، اور گدھے بھی تمہارے کام میں لگا دیئے کہ ان پر جب سواری کرتے ہو تو زینت اور بناؤ میں تمہاری شان جھلکتی ہے اور آگے وہ کچھ اور سواریاں بھی تم کو دے گا جسے تم ابھی نہیں جانتے۔

سامانِ سفر کا بنیادی انتظام، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس آیت میں آنے والے زمانہ کی خبر دی گئی ہے کہ آج گھوڑے، خچر اور گدھے کی سواری کرتے ہو اور آگے سواریوں کی زیادہ ضرورت پڑنے پر اور بھی سامانِ سفر کا انتظام ہم کردیں گے اسی لیے فرمایا "وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" اور بھی دے گا جسے تم ابھی نہیں جانتے۔ جیسے آج کے زمانے کی ریل گاڑی، موٹر، سمندری مشینی جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ نزولِ قرآن کے وقت آدمی کو میسر نہیں تھے، اور آج الحمدللہ قرآن کی پیشن گوئی پوری

ہو گئی اور آئندہ انسان کو ضرورت پڑنے پر اور بھی اس سے زیادہ تیز اور زیادہ سہولت والی سواریاں ملنے کے امکانات ہی نہیں بلکہ اللہ پر یقین کے اعتبار سے قوی امیدیں ہیں۔

بیل گاڑی سے سائیکل تک :

جانوروں پر سواری کی طویل مدت کے بعد انسان بیل گاڑی کے دور میں آیا، پھر سائیکل بنانے کا اسے علم ہوا ہوگا، وہ بھی اوّل اوّل تو انسان نے ایک چکے کی گاڑی ایجاد کی اور سائیکل بھی شروع میں ایک چکے کی بنائی تھی اور ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی سواریاں اس وقت کے تجربے کے مطابق ایجاد میں لے آیا، جیسے گھوڑا گاڑی، ہاتھ ٹھیلے، ہاتھ رکشے، سائیکل رکشے، اور پٹرول ملنے پر چھوٹی چھوٹی سواریاں بھی ایجاد میں لے آیا، ان ساری اُدھیڑ بُن میں زندگی کی سہولتوں کے حصول کا مقصد تھا، اپنی حقیقت کو وہ بھول چکا تھا کہ اسے بھی کسی ارتھی یا تابوت پر سوار کر کے چند آدمی مرگھٹ یا قبرستان لے جائیں گے لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ آدمی نے اپنی موت اور اس کے ساتھ پیش آنے والے حالات اور موت کے بعد کے حالات پر بہت کم غور کیا۔

البتہ اس کائنات کے خالق و مالک نے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو بھیج کر انسانوں پر زندگی بعد موت کی حقیقت کو بے نقاب کیا جس کا تذکرہ ہم آگے کریں گے، کہیں ہمارے قارئین موت کا تذکرہ سُن کر گھبرا نہ جائیں اور ان کا دل نہ ٹوٹے اس لیے ہم اس بغلی سرخی کا بقیہ حصہ سب سے آخر میں پیش کریں گے، امید ہے اس وقت تک ہمارے قارئین کو ذہنی مناسبت حاصل ہو چکی ہوگی۔

ریل گاڑی اور پٹرول کا دور :

اس کے بعد آگ، بھاپ اور گرمی کی حقیقت جب

معلوم ہوئی تو انسان انجن بنا کر ریل گاڑیاں وجود میں لے آیا، پھر پٹرول انسان کے ہاتھ آیا تو اس نے اس کے ذریعہ تیز سواریاں ایجاد کیں اور پرندوں کے طرز پہ اپنا ہوائی سفر شروع کر کے بیلون "Baloon" اور غبارے کے سہارے اڑتا ہوا اب جمبوجیٹ "Jumbojet" کے ہوائی سفر کے دور میں آچکا ہے، لیکن اس کے باوجود تیز سے تیز رفتار سواریوں پر بھی انسان کو صبر نہ ہو سکا بلکہ اب اپنی ضرورتوں کے جلدی پورا ہونے کے لیے وہ آواز کی رفتار جیسی تیز سواریوں کی کھوج میں لگا ہوا ہے۔

سفر کی انتہا یا زندگی کا خاتمہ:

اسفار کا یہ سلسلہ بہت تیزی سے جاری ہے اور آدمی اپنی ضرورتوں تک پہنچنے کے لیے تیز رفتاری سے کوشاں ہے، سواری پر تو بیٹھ گیا اور اپنی پسند کی منزل پر بھی پہنچ گیا، پھر دوسرا سفر شروع ہوا، اِدھر بھاگا اُدھر بھاگا لیکن جب ضرورت پوری نہیں ہوئی، اور کامیابی نہ ملی تو اس نے تیسری طرف دوڑ لگائی اور برابر سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

سواری کی پیٹھ پر انسان کا سفر:

یہاں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ قارئین، اہل علم، مفکرین و سائنس داں قرآن کریم کی ان آیات پر غور کریں۔

"وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ	اور وہ جس نے اپنی تمام مخلوق کو
کُلَّھَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِنَ الْفُلْکِ	جوڑے میں وجود عطا کیا اور کشتیوں اور
وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ،	چارپائے جانور بھی تم کو سواری
لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُھُوْرِہٖ ثُمَّ	عطا فرمائی تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ سکو

تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۙ‏ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۔

(۴۳ - الزخرف، آیت ۱۲ تا ۱۴)

پھر اپنے رب کی یہ نعمت یاد رکھنا جب ٹھیک سے سوار ہو جاؤ تو کہو کہ وہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے جس نے یہ سواری ہمارے قابو میں کر دی ورنہ ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ ہم اس کو اپنے قابو میں رکھ سکتے اور بے شک ہر حال میں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

ایک لطیف نکتہ :

قرآن کریم کی اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سواری پر بیٹھ کر اوپر لکھی آیت کی یہ دعا پڑھنا چاہیے۔

"سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ۔"

"وہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے جس نے یہ سواری ہمارے قابو میں کر دی ورنہ ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ اس کو اپنے قابو میں رکھ سکتے اور بے شک ہر حال میں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔" (تو آپ بھی اس دعا کو پڑھ لیجیے اور یاد کر لیجیے۔)

سواری میں آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ سوار چاہے گھوڑے اونٹ کا ہو یا کشتی جہاز کا، آج کی موٹر یا ہوائی جہاز کا مسافر ہر ایک کے ذہن میں یہ آیت اپنے مالک کے حضور لوٹ کر جانے کا خیال پیدا کرتی ہے، قرآن مجید کی تعلیم کتنی لطیف اور کتنی بروقت ہوتی ہے اس کا اندازہ جسے کرنا ہو اپنی کسی چھوٹی بڑی سواری پر یہ دعا پڑھ کر توبہ کرے تو وہ ایمان کی لذت اللہ کا خوف اور محبت اپنے دل میں محسوس

کرے گا۔

زندگی کا خاتمہ اور آخری سفر:

اوپر ذکر کردہ تین آیتوں کے آخری ٹکڑے "وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" کے ترجمہ کو ہمیں بغور دیکھنا چاہئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہ لوٹ کر جانا کیا ہے؟ دراصل جس دنیا میں ہم بس رہے ہیں اور زندگی گذار رہے ہیں یہ دار الامتحان ہے، پہلے ہم یہاں نہیں تھے، آئندہ ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ عارضی طور پر زندگی گذار کر یہاں سے رخصت ہو جائیں گے، کیا یہ ایک زندہ حقیقت نہیں کہ موت نے کسی کا پیچھا نہیں چھوڑا، قرآن نے فرمایا:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ.	ہم نے تمہاری تقدیر میں موت لکھ دی ہے اور ہم کچھ عاجز نہیں۔

(۵۶۔ الواقعہ، آیت ۶۰)

موت کا تذکرہ:

دوسری جگہ فرمایا:۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔	آپ فرما دیجئے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم بھاگتے پھرتے ہو بے شک بات یہ ہے کہ اس کی ملاقات تم سے ہو کر رہے گی پھر تم فوراً ہی لوٹائے جاؤ گے چھپے اور کھلے کو جاننے والے کے دربار میں تب وہ خبر دے گا کہ تم کیا کر توت سمیٹ کر آئے ہو۔

(۶۲۔ الجمعة، آیت ۸)

موت کے بعد ہمیں کہیں اور منتقل ہونا ہے:

اب نتیجہ ہم میں سے ہر ایک کے سامنے ہے کہ موت کے بعد ہمیں منتقل ہو کر کہیں اور جانا ہے، ان مضامین کا خلاصہ یہی ہے کہ علم کی روشنی میں زندگی بعد موت کی تلاش کی جائے، اس تحقیق و جستجو میں ہم قرآنی آیات کا سہارا لے کر چند حقیقتوں کا تحفہ قارئین کو دینا چاہیں گے۔

سزا بھگتنے اور انعام پانے کے لیے حساب کا ضروری ہے:

دنیا میں ہمارے کئے کرائے کی سزا بھگتنے کے لیے آخرت میں حساب کا ہونا بہت ضروری ہے اسی کو قرآن نے یوم القیامۃ، یوم الحسرۃ، یوم التغابن اور یوم العید کے نام سے یاد کیا ہے، اس دن کے حساب کتاب سے فراغت کے بعد انسانوں کو دائمی سزا بھگتنے کے لیے اس دنیا سے منتقل ہو کر کسی اور دنیا میں قدم رکھنا ضروری ہے جسے آسمانی کتابوں نے یوم الآخر کہا ہے۔

فنا کا ایک دن مقرر ہے:

جس آسمان کے نیچے ہمارا ڈیرا بسیرا ہے اور جس دھرتی پر ہماری زندگی کا بندوبست ہے اور زمین و آسمان کی ساری چیزیں ہیں وہ سب ایک خالق کائنات کی بنائی ہوئی ہیں اور اپنی اس تخلیق میں اس نے ان سب چیزوں کے فنا کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے کیا ہی اچھا ہو کر ہمارے پڑھے لکھے لوگ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات پر غور کریں۔

ایک بڑا زلزلہ :

قرآن کریم کی ۲۲ نمبر کی سورہ حج کی ابتدائی دو آیتیں ذہن میں رکھ جائیں،

" یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ۝

اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

" اے انسانو! اپنے پالن ہار سے ڈرو ایک خاص وقت پر بڑا سخت بھونچال اور زلزلہ اب آنے ہی والا ہے جو بہت بڑی بھاری چیز ہوگی، اس دن جب تم اس زلزلہ کو دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے لاڈلے کو بھول جائے گی اور اپنے لال کو چھوڑ کر بھاگنے لگے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہو کر چکرا رہے ہوں گے جب کہ وہ مدہوش نہ ہونگے بلکہ اس دن اللہ کا عذاب بہت ہی سخت ہوگا۔ (۲۲ حج، آیت ۱،۲)

اہم ضرورت کی قیمتی چیز اس دن بے قیمت ہو جائے گی :

" وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ " اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں کھلی چھوڑ دی جائیں گی۔ (۸۱۔ التکویر، آیت ۴)

قیامت ایسی ہولناکی اور دہشت سے بھری ہوگی کہ آدمی کو ایسے محبوب مال کی بھی کچھ پرواہ نہ ہوگی، عرب تمدن اور عربی سماج میں پورے ماہ کی گابھن اونٹنی کی بہت خبر گیری کرتے

کر بچہ جنے گی تو پورے خاندان کی مالی حالت کا سدھار ہوگا، گابھن اونٹنی بہت قیمتی سمجھی جاتی، اسی کو مثال میں اللہ نے بیان فرمایا کہ مکمل پھرے گی، کوئی اس کا پرسان حال نہ ہوگا کہ سب کو اپنی جان کی پڑی ہوگی۔

آج کے دور میں اس آیت کی شرح میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بڑی بڑی قیمتی مرسیڈیز گاڑیاں و ٹرک، فوجی ٹینک وجہاز اس دن بے قیمت ہو جائیں گے، کسی کو اپنے مال و متاع کی کچھ فکر نہ ہوگی، زمین پر ایسا بھونچال ہوگا کہ کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر کام کاج کے لائق نہ ہوگی، اس دن ہر آدمی کو اپنی پڑی ہوگی، چیزیں اور مال ومتاع تو الگ رہیں خود آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی بیوی کی اسے بالکل فکر نہ ہوگی۔ اس منظر کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ، وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ، وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ، لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ" (۸۰۔ عبس، آیت ۳۴ تا ۳۷)	تو اس دن بھائی اپنے بھائی کو چھوڑ کر بھاگنے لگے گا۔ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بھاگے گا، اپنی بیوی اور بیٹوں کو چھوڑ کر فرار ہونا چاہے گا، ہر آدمی کو اس دن اپنی ہی پڑی ہوگی کہ دوسرے کے کام کی اس کو کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی۔

ایک منظر یہ بھی دیکھئے:

۱۹۹۴ء میں ہندوستان کے صوبہ گجرات کا پلیگ:

یہ سطور ہم ۳ / اکتوبر ۱۹۹۴ء کو لکھنے میں مشغول تھے کہ گجرات کے ایک بڑے شہر سورت میں آج سے دس پندرہ دن پہلے "PLAGUE" کی بیماری پھیل گئی، کہا جاتا ہے کہ اول اول یہ بیماری

چوہوں میں آئی اور وہ جب مرنے لگتے ہیں تو ان کے جراثیم انسانوں کے بدن میں داخل ہوتے ہیں، ہوا کے ذریعہ، بدبو کے ذریعہ، سانس کے ذریعہ حتی کہ ہر چیز میں جراثیم سرایت کر جاتے ہیں، بے شمار آدمی مر رہے ہیں، ملک کے بہت سے حصوں میں اب تک یہ بیماری پھیل چکی ہے، سورت پر ایسی مصیبت آئی کہ پورا سورت خالی ہو گیا اور لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے اور کئی صوبوں اور شہروں میں پناہ لینے کے لیے چل پڑے، یہ لوگ جب اپنے رشتہ داروں کے گھر پہنچے ہیں تو رشتہ داروں نے گھر کے دروازے بند کر لیے۔ اور انہیں مار بھگایا کہ "Plague" کے کیڑے لے کر ہمارے یہاں کیوں آئے، نکلو بھاگو، موت کے ڈر سے بھاگے ہوئے یہ طاعون والے علاقوں کے مسافر اپنے قریبی رشتہ داروں کی پناہ سے بھی محروم رہے، قیامت تو ایک روز آنی ہی ہے لیکن یہ منظر بھی گجرات والوں نے دیکھ لیا کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں سب کو اپنی اپنی پڑی ہے، جب اس فانی دنیا میں رشتے ناطوں کا یہ حال ہے تو آخرت کا منظر کیسا کچھ ہوگا اس کا اندازہ ہم میں سے ہر کوئی لگا لیوے۔

پڑھ لیجئے اس آیت کو اور اس کے معنیٰ بھی سمجھ لیجئے اور نتیجہ بھی نکال لیجئے۔

جسے دور کی بات سمجھ رہے ہیں وہ بہت نزدیک ہے:

"اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا، وَنَرٰىهُ قَرِيْبًا، يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ، وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ، وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝

یہ لوگ اس کو بہت دور کی بات سمجھتے ہیں اور ہم قریب ہی ان کو بتا دیں گے جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا، اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہو کر اڑتے ہوں گے اور کوئی دوست کسی دوست

يُبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ، وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ، وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ، وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ" (۷۰- المعارج، آیت ۱۱ تا ۱۴)	کا حال پوچھنے کو خالی نہ ہوگا، دوست اپنے دوست کو سامنے دیکھ کر بھی خیال نہ کرے گا، مجرم اس دن اس فکر میں ہوگا کہ عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹے دے ڈالے اور اپنی گھر والی اور بھائی بند کو فدیہ میں دے کر چھوٹنے کی تمنا کرے گا اور اپنا گھرانہ جو اس کی پناہ کی جگہ تھی وہ بھی دینے کو تیار ہو جائے گا اور زمین کے خزانے اس کے پاس ہوں تو وہ بھی دینے کو تیار ہوگا کہ اسے نجات مل جاوے۔

اس دن جگری دوست دیکھ رہا ہوگا مگر نظر بچائے گا، اپنی اپنی سب کو پڑی ہوگی مجرم باؤلا ہو جائے گا، اپنی اولاد فدیہ میں دینا چاہے گا جب کہ اولاد اس کے ہاتھ سے نکل چکی ہوگی۔

وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں گے:

"وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ" "اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے"۔

قیامت کے دن ایسی بھاگ دوڑ مچے گی کہ جنگل کے وحشی جانور بھی بھاگ کھڑے ہوں گے آدمی اور شیر، چیتے، اژدھے ایک ساتھ دوڑ رہے ہوں گے کہ کسی کو ڈرانے ستانے، مارنے کی فرصت نہیں ہوگی، اللہ رب العالمین کا خوف سب پر طاری ہوگا، آدمی کو بھی اب اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں رہا۔

سمندر جل اٹھیں گے:

"وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ" "اور جب سمندروں میں آگ لگا دی جائے گی"۔

حشر و حساب کے دن دریاؤں کی ضرورت نہیں ہو گی اس لیے انہیں جلا دیا جائے گا دریا کا تمام پانی پٹرول کی طرح جل اٹھے گا اور یوں بھی پانی دو گیسوں سے مل کر بنا ہے، ایک بھڑکنے سلگنے والی دوسری بھڑکانے والی، دونوں گیس الگ الگ ہو کر اپنا کام کرنے لگیں تو پانی کا جل اٹھنا عین ممکن ہے اور موجودہ دور میں محدود پیمانے پر اس کے تجربات ہو چکے ہیں پھر اللہ کو اپنی بنائی چیز سے جب کام لینا ہو اس کے حکم کی دیر ہے، پانی میں آگ لگ جانے سے انسان زمین میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں رہ سکے گا اور پوری زمین کی ساخت اور یہاں کا مزاج ہی بدل جائے گا، آسمان، سورج، چاند، تارے، پانی، پہاڑ سب فنا ہوں تو آدمی کا جو حال بنے گا اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آنکھوں دیکھا یقین:

دنیا کی زندگی میں انسان کو مال کی لالچ ہمیشہ سے غفلت میں ڈالتی رہی، مرتے دم تک یہ لالچ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی یہاں تک کہ آدمی موت کے پنجہ میں دھر لیا جاتا ہے پھر اس کو وہ سب چیزیں دکھنے لگتی ہیں جس کی یاددہانی اللہ کے نبیوں اور آسمانی کتابوں نے انسان کو دنیا کی زندگی میں کرا دی تھی اس وقت کسی کو یقین آیا اور کسی کو یقین نہ آیا، لیکن موت کے بعد ہر آدمی اپنی آنکھوں سے حشر کے منظر کو دیکھ لے گا تو اس کو آنکھوں دیکھا یقین آ کر رہے گا، لیکن ہم اس آسمانی کتاب قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو ایک سو دو نمبر کی سورۃ "سورۃ تکاثر" کی ۸ آیات پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتّٰى	"تم کو مال کی لالچ نے غفلت میں ڈال دیا
زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ، كَلَّا	یہاں تک کہ اپنی قبر میں خود دفن ہوئے
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ. ثُمَّ	اور دیکھ لیا، ایسے بے فکر مت رہو بہت
كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ	جلد تم کو معلوم ہونا ہے، پھر تم کو ایسا نہیں
كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ	ہونا چاہئے آئندہ تم جان لوگے، اگر تم
الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ	کو اس کا علم ہوتا اور علم پر یقین ہوتا، البتہ
الْجَحِيْمَ، ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا	تم ضرور جہنم کو دیکھو گے پھر تم اپنی آنکھوں
عَيْنَ الْيَقِيْنِ، ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ	سے ایسا صاف صاف دیکھو گے کہ تم کو
يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ	یقین آکر رہے گا، پھر اس دن تم سے نعمتوں
(۱۰۲۔ سورۂ تکاثر، آیت ۱تا۸)	کے متعلق پوچھا جائے گا۔

انسان نے دنیا کی اپنی نپی تلی زندگی میں اللہ کی ہزاروں ہزار نعمتوں کا استعمال کیا ہے، ہر ایک آدمی کی اوسط عمر پچاس تا ساٹھ سال مان لی جائے تو وہ سیکڑوں بورے اناج کھا چکا ہوگا، گوشت خور ہوگا تو ہزاروں ہزار مرغیاں اور بکرے اور دوسرے کئی سو حلال جانور استعمال کر چکا ہوگا، پانی کا جہاں تک تعلق ہے کیا ہر آدمی نے ایک بڑے سے بڑا تالاب سے کم پانی پیا ہوگا؟ سبزی خور ہوگا تو سیکڑوں لاریاں سبزی کھا چکا ہوگا پھر مرچ مسالہ الگ رہا اور نہ جانے کتنے انگنت سوکھے میوے کھا لیئے ہوں گے اور ان غذاؤں کی نسبت سے اتنا ہی غلاظت اس دھرتی پر کیا ہوگا اور عمر بھر پیشاب بھی اسی زمین پر کرتا رہا، اور ہزاروں ہزار گز کپڑے پہنے، مرنے کے بعد کئی گز کا کفن بھی اس کی لاش کو پہنایا گیا، یہ آدمی جب دنیا چھوڑ کر آخرت میں پہنچا تو کیا دنیا میں استعمال کی ہوئی نعمتوں کی اس سے پوچھ گچھ نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے اسی لیے رب تعالے نے ارشاد فرمایا:

"ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ" — پھر اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔" (سورۂ تکاثر، آیت ۸)

۶ر اگست سنہ ۶۱۰ء:

میں اب آپ کو ۶ر اگست سنہ ۶۱۰ء کے دن پر متوجہ کرتا ہوں یعنی آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے، آج کے دن ساری دنیا کے بیچ و بیچ شہر مکہ میں ایک عظیم انسان محمد بن عبداللہ پر زمین و آسمان، چاند سورج، تارے، پانی، بادل، ہوا کے مالک نے اپنا کلام قرآن شریف نازل فرمایا۔ قرآن میں نزولی ترتیب پر پہلی سورۃ سورۂ اقرأ کی آٹھ آیتیں آپ کے لیے پیش ہے:

"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى، اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى، اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى"

(۹۶۔ العلق، آیت ۱ تا ۸)

"اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے سب کو پیدا کیا، انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھتے رہو اور آپ کا رب بہت بڑھ کر کرم والا ہے، جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو ایسا علم سکھایا جو انسان جانتا نہ تھا، ہاں دیکھو اب انسان شرارت پر آویگا اس لیے کہ اب اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا ہے بے شک آپ کے رب کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

قلم سے انسان کو علم سکھایا اور اس کو وہ علم دیا جو اب تک انسان جانتا نہ تھا، نزول کے زمانے سے اب تک انسان نے سائنس اور چیزوں کی خاصیت کا علم حاصل کر کے جو تکنیکی ترقی کی ہے وہ سابقہ زمانے سے زیادہ ہے، ہوا میں اڑنے سے لے کر چاند پر کمند ڈال آیا، اور

مشینی دور میں نہایت ہی مفید چیزیں دریافت کرلیں، اس پر انسان کے لیے یہ خطرہ بنا ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غنی، بے پرواہ، غیر جوابدہ اور بے لگام سمجھ کر شرارت، ظلم اور فساد مچائے گا اور یہی کچھ ہم اپنے دور میں دیکھ رہے ہیں، سب سے آخری نبی بھیجنے اور آخری کتاب اتارنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اب اس دنیا کا آخری دور ہے، اور فنا کا بگل بجنے میں اب کچھ ہی دیر باقی ہے تو انسان کو ایک ایسا ہدایت نامہ دیا جائے جو اس کی علمی ترقی اسے برابر یاد دلاتا رہے کہ اسے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

ایک دن انسان کے گھر کا دروازہ کھڑکھڑا دیا جائے گا

سب سے زیادہ اطمینان اور سکھ سے رہنے کے لیے انسان کے پاس اس کا گھر ہوتا ہے لیکن جب قیامت کے دن کا شور برپا ہو تو زمین آسمان کی ہر چیز ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے گی تو بڑا زبردست حادثہ پیش آئے گا، اس حادثہ کو زمین و آسمان میں کسی مخلوق نے اس کے پہلے دیکھا تک نہ ہوگا، لیکن یہ سب کچھ خالق کائنات کی طرف سے بلا وجہ کی کارروائی نہ ہوگی، بلکہ انسانوں کے اعمال تولنے کے لیے میزان قائم کی جائے گی، نیکی میں جس کا پلہ بھاری ہوا تو وہ کامیاب ہے، اور بدی میں جس کا پلہ بھاری ہوا وہ ناکام ہوا، ان دونوں قسم کے انسانوں کے نتیجے ہم میں سے اگر کوئی انسان دیکھنا چاہے تو ہم اس سے قرآن مجید کی ۱۰۱ نمبر کی سورۂ قارعہ کی گیارہ آیتیں پڑھنے اور اس کے معنی سمجھنے کی اپیل کرتے ہیں۔

"اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ	"سب کو کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ ①
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ	وہ کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ کیا ہوگا ②
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ	اور تم کو کیا خبر کہ وہ کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ	کیا ہوگا ③ جس دن انسان بکھرے

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ۔

(۱۰۱۔ القارعۃ، آیت ۱ تا ۱۱)

ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے، ④ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے ⑤ تو جس کے نیک اعمال تول میں بھاری ہوں گے ⑥ وہ تو دل پسند عیش میں راضی اور خوش ہوگا، ⑦ اور جس کے نیک اعمال کا تول ہیں وزن کم ہوگا ⑧ تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ کا گڑھا ہوگا ⑨ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیا چیز ہے ⑩ وہ بھڑکتی دہکتی تیز آنچ کا لاوا ہے ⑪۔

میزان برحق ہے:

اوپر کی آیات اور ان کا ترجمہ آپ نے پڑھ لیا تو اب کسی صاحب سمجھ آدمی کے لیے یہ بات بالکل آسان ہوگئی کہ دنیا کی زندگی میں بے شمار انسانوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوا تھا اور لاتعداد لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اودھم اور فساد مچا رکھا تھا اور خوب خوب نافرمانیاں کی تھیں۔ کیا انسانی عقل اس کو قبول رکھے گی کہ اس دنیا کا مالک انسانوں کا حساب نہ لے اور ان سے محاسبہ نہ کرے اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا نہ دے اور مظلوموں کی دادرسی نہ کرے، خود انسان اس دنیا کی زندگی میں حکومتیں اور سلطنتیں قائم کرتا ہے قاعدے قانون بناتا ہے، مجرموں کو سزا دیتا ہے، چاہے زمین پر انسانی حکومتوں نے ہزاروں کوتاہیاں کی ہوں اور بے شمار غلطیاں بھی کی ہوں گی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انسانی فطرت جب اس دنیا میں انصاف

کا تقاضہ کرتی ہے تو موت کے بعد ان سب کے لیے یوم الحساب کیوں نہ ہوگا ؟ تاکہ اس دن میزان قائم کی جائے، نیکی و بدی کا تول ہو اور اس میزان کے مطابق انسانوں کو سزا و جزا بھی دیئے جاسکے، قیامت کے دن انصاف کی اسی کاروائی کے نتیجہ میں جنت و جہنم " स्वर्ग-नर्क " کے الفاظ انسانی زبانوں پر بھی رائج ہیں، اس مقام میں ہمیشہ کے لیے پہنچا دیا جائے گا۔

چاند کے ٹکڑے ہوئے اور ہوں گے :

انسان کو اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں خبر دی ہے کہ قیامت کی گھڑی بہت ہی قریب ہے، چاند کے پھٹ جاتے ہی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہی یہ منظر انسانوں کے سامنے کھل کر آجائے گا اور ہر ایک کے سامنے بات بے نقاب ہو جائے گی کہ دانشمندی اور حکمت کی آیات جو اللہ نے اپنے نبیوں، پیغمبروں پر نازل فرمائی تھی وہ سب برحق تھیں، انسانوں کے مردے زندہ ہو کر قبروں سے باہر نکلنے لگیں گے، جیسے ٹڈیوں کے غول کے غول ہوں اور اس دن ہر انکاری کے منہ سے یہ بات نکل پڑے گی کہ یہ دن بہت سخت ہے، آج کے اس علمی دور میں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم قرآن مجید کی ۵۴ ہ کی سورۃ سورۂ قمر کی ابتدائی سات آیات پر غور کرلیں، لیجیے ہم اس کا عربی متن بھی پیش کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ بھی کئے دیتے ہیں۔

"اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ	"قیامت قریب آچکی اور چاند پھٹ گیا،
وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا	اور یہ تو بس کیسی ہی نشانی دیکھ لیں کترا کر
اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ	منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ابھی یہ تو جادو
يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ،	ہے جادو میں ایسا ہی ہوتا ہے، انہوں
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا	نے آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلایا اور اپنی من مانی

اَهْوَآءَ هُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ	کرتے ہیں ہر حکم کے پورا ہونے کا ایک
مُّسْتَقِرٌّ وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ	وقت مقرر ہے جب کہ ان کے پاس کتنی خبریں
مِنَ الْاَنْبَآءِ مَافِيْهِ	آچکی ہیں جس میں ان کے لیے بڑی عبرت
مُزْدَجَرٌ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ	ہے، دانشمندی کی بات ان تک پہنچا دی
فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ	گئی مگر ان کو نصیحت کام نہیں دیتی، تم
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ	اب ان سے منہ پھیر لو کہ ان پر وہ دن آجائے
الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ	جب پکارنے والا ان کو بھیانک منظر کی طرف
خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ	بلائے گا، مارے خوف کے نظریں نیچی نگاہ
مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ	سے حشر کا منظر دیکھتے ہوئے قبروں سے
جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ	نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیوں کے غول
(۵۴- القمر، آیت ۲تا۷)	کے غول ہیں۔

اب تک حق کی دعوت دینے والے کی دنیا میں سننے کو تیار نہ تھے حشر کے فرشتے کی چنگھاڑ پر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے اور حساب کے بھیانک دن کے آجانے کی خبر سنیں گے، ان کے لیے کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں داعیٔ حق کی بات سن کر آج کی فکر میں لگ جاتے تو یہ دن خوشی کا ہوتا، داعیٔ حق کی بات کو رد کر دینے پر خوشی کا دن بھیانک مصیبت کے دن میں ان کے حق میں تبدیل ہو گیا، اپنے اپنے عمل کی بات ہے، ایک تاریخی حقیقت بھی ہم یہاں بیان کر دینا چاہیں گے کہ نزولِ قرآن کے وقت جب اللہ کے نبی نے لوگوں کو زندگی کے بعد موت کی باتیں سمجھائیں تو انہوں نے پیغمبر سے یہ مطالبہ کیا کہ زمین آسمان کے ٹوٹ پھوٹ کی بات کرتے ہو تو بطور معجزہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے بتا دو تو جانیں، یہ سوال کرتے وقت چاندنی رات تھی، محمدؐ نے چاند کی طرف انگلی کا اشارہ کیا وہ دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف

چلا گیا، اس وقت دیکھنے والوں نے اس منظر کو دیکھا اور جن کو ایمان لونا تھا وہ ایمان لائے ہوں گے لیکن جن بدبختوں کو ہدایت کی طلب نہ رہی ہو گی وہ چاند کے پھٹ جانے کے اس محمدی معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی ایمان سے محروم رہے۔

اللہ کے مقبول بندے مشہور ترجمہ نگار حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ دہلوی نے سورۂ قمر کی ان آیات کی شرح میں لکھا ہے کہ:

"حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع تھے، حضرتؐ ان کو سمجھاتے تھے انہوں نے مانگی کچھ نشانی، حضرتؐ نے کہا دیکھو آسمان کی طرف چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ان سے مشرق کو آیا ایک مغرب کو جب تک اچھی طرح دیکھ لیا پھر آپس میں مل گیا یہ نشانی ہے قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔"

مالابار کے راجہ کا قبول ایمانؒ:

تاریخ نگاری کا شوق رکھنے والے اگر چاہیں تو ہندوستان کی قدیم کتابوں میں مالابار کی تاریخ میں شق القمر کا تذکرہ وہ معلوم کر سکتے ہیں، اس وقت کے مالابار کے راجہ نے جو اپنے محل کی چھت پر چھٹکی ہوئی چاندنی میں لیٹا تھا کہ اس نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے اچانک دیکھ لیا اور دیکھتے ہی وہ بہت بے چین ہوا، علم نجوم بس چاند کی گھٹ بڑھ اس کے علوم اور اس کی جنتریوں کا اس زمانہ میں بھی ہندوستانیوں میں خاصا علمی رواج تھا، چنانچہ راجہ نے چاند کی رفتار اس کے طلوع و غروب کے اوقات کی تحقیق کر کے حجاز اور مالابار کے وقت کے فاصلہ کو جو دو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتا، اس واقعہ کی تحقیق کرالی کہ اس نے چاندنی رات میں چاند کو جو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا کہ ایک ٹکڑا مشرق میں گیا اور ایک مغرب کی طرف، یہ دلیل ہے کہ اللہ کے آخری نبی محمدؐ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں اور آپ کے پیغام

کو نہ ماننے والے مکہ کے لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ طلب کیا، صاحبِ قرآن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس واقعہ کی تحقیق کے بعد مالابار کا راجہ جس کا نام تاریخ میں مختلف تلفظ کے ساتھ آیا ہے، رسول اللہؐ اور قرآن مجید پر ایمان لے آیا۔

آج بھی جو مالابار کے علاقہ میں ایمان کی بہار، نورانیت اور اہل ایمان کی زبردست تعداد ہے وہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ مالابار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کی تحقیق پر وہ ایمان بھی لے آیا اور الحمد للہ مالابار کی دھرتی ایمان سے مالا مال ہو گئی، ایک اور دل چسپ بات بھی ہے کہ موجودہ دور میں انسان چاند پر کمند ڈال آیا ہے اور قریب سے اس کی لاکھوں لاکھ تصویر لے آیا ہے وہ بھی گواہی دے رہا کہ چاند میں اچھی خاصی مکمل دراڑ ہے کہ اس کے کبھی نہ کبھی دو ٹکڑے ہوتے ہوں گے، اس دلیل کو آنکھوں دیکھی حقیقت کی طرح ہمارے سائنس داں بھی بیان کرنے لگے ہیں۔

زمین اپنی خبریں بیان کرے گی:

دھرتی پر انسان نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا اور جو فعل بھی کیا ہوگا اس کا تمام تر "Record" بیان زمین نے محفوظ کر رکھا ہے، اس مضمون کی کئی آیات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں نازل فرمائی ہیں، آدمی کو اتنا دھیان رہے کہ کوئی مالک ہے، خالق ہے میرا رب ہے جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے تو گناہ اور ظلم پر اس طبیعت کبھی آمادہ نہ ہو سکے گی بلکہ اللہ کی نافرمانی کرنے کی اس کی ہمت ٹوٹ جائے گی کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سب کچھ میرے رب کو معلوم ہے اور میری ایک ایک حرکت حتیٰ کہ میری آنکھوں کی چوری بھی میرے مالک کے علم میں ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ	آنکھوں کی خیانت کو بھی وہ جانتا ہے
وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ‎ ‏"‏	اور سینوں میں چھپے ہوئے دل کے بھید بھی
(۴۰ مومن، آیت ۱۹)	اس کے علم میں ہے:"

یعنی میرے آنکھوں کی خیانت اور بدنگاہی کی ہلکی سی حرکت بھی زمین والی زندگی میں خود زمین کے " RECORD " میں محفوظ ہے تو پھر ایسے انسان کی خوش بختی کا کیا کہنا۔

"إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ	جب زمین بڑے زور کے زلزلے سے ہلا
زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ	دی جائے گی، اور زمین اپنے سارے بوجھ
الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ	باہر نکال پھینکے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو
الْإِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ	کیا ہو گیا ہے، اس دن وہ اپنی خبریں
تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ	بیان کرے گی، اس لیے کہ تمہارا رب زمین
رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا يَوْمَئِذٍ	کو بیان کرنے کا حکم دے گا، اس دن لوگ
يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا	الگ الگ جتھوں اور ٹولیوں میں پھیل
لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ	پڑے ہوں گے تاکہ اپنے اپنے اعمال کا
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا	نتیجہ خود دیکھ لیں، پھر جس نے ذرہ برابر بھی
يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ	نیک عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا اور
ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ"	اور جس نے ذرہ بھر برا کام کیا ہوگا وہ اس
(۹۹۔ زلزال، آیت ۱تا۸)	کو دیکھ لے گا۔"

ان آیات کے معانی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پوری آدمیت کے ایک ایک فرد کی اس کے قول و فعل پر ایسی گھیرا بندی کر دی گئی ہے کہ اس کا کوئی چھوٹا یا بڑا کام اور چھوٹی یا بڑی بات کو محفوظ کر دیا گیا ہے اور حشر کے میدان میں اس کی کہی ہوئی بات اسے سنا بھی دی جائیگی

اور انسان کے کئے ہوئے کام کو چاہے جس طرح کا ہو متشکل فرما کر دکھا بھی دیا جائے گا کیا خوب کہا اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب پاک میں کہ:

"وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا. اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا"

(١٧- بنی اسرائیل، آیت ١٣، ١٤)

اور ہر ایک انسان کا نامۂ عمل ہم نے لازمی طور پر اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے اور قیامت کے دن یہ دفتر عمل کتاب کی شکل میں ہم لے آویں گے اس طرح کہ ہر آدمی اپنے کئے دھرے کو کھلا ہوا پائے گا، فرمایا جائے گا کہ اپنا کیا کرایا تو خود ہی پڑھ لے اور آج اپنے لیے تو حساب کرنے کو خود ہی کافی ہے۔

ہر آدمی پر کاتب اور نگراں تاک میں بیٹھے ہیں:

کتاب اللہ کی ۵۰ نمبر کی سورۃ شریفہ جس کا نام "ق" ہے اس کی آیت ۱۶ سے ۲۱ پر نگاہ ڈالیئے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ، مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

"انسان کو پیدا کرنے والے صرف ہم ہیں اور ہم تو انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں، اور ہر انسان کے دائیں بائیں طرف ہر بات کو چھپٹنے کے لیے دو کاتب تاک میں بیٹھے ہیں، کوئی ایک لفظ بھی جیسے ہی انسان نے کہا اس کے پہلے ہی ایک چوکس پہرہ دار کی نگرانی اس پر قائم ہے اور موت کی بے ہوشی

رَقِيبٌ عَتِيدٌ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ. وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔“ (۵۰۔ ق، آیت ۱۶ تا ۲۱)

ٹھیک وقت پر آئی یہ وہی موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا، صور پھونکا جائے گا کہ بس یہ عذاب کے وعدے کا دن آہی گیا، ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ اسے ہانکتے لے جانے والا ہوگا اور ایک شہادت کا ثبوت پیش کرنے والا ہوگا۔

جب تک انسان اس دنیا میں ہے تو اس کی نیکی اور بدی لکھنے کے لیے اس کے دونوں کاندھوں پر دو فرشتے مقرر ہیں جو انسان کی نیکی اور بدی کی ہر چھوٹی بڑی بات کو بڑی تیزی سے جھپٹ کر لکھ لیتے ہیں اور جب حشر کا دن آئے گا تو ایک ہانکنے والا ہوگا کہ ٹھیک حشر میں آدمی کی جگہ پر اسے کھڑا کرے گا نیکی والے کو ادب اور احترام سے لے چلے گا اور بدکار کو ذلیل مجرم کی طرح گھسیٹتے ڈھکیلتے ہانکتے لے جائے گا اور ایک دستاویزی ثبوت کا پورا دفتر لیے گواہی کے لیے ساتھ ساتھ چلے گا، حساب کتاب کے انتظامی بندوبست میں یہ دو فرشتے ہوئے، آیت ۱۷ میں دو کاتب " WRITERS " آیت ۱۸ میں ایک پہرے دار، آیت ۱۹ میں ایک موت کا فرشتہ، آیت ۲۱ میں ایک ہانکنے والا اور ایک دفتری گواہ، آیت ۲۳ میں ایک قرین جو ہر وقت پیچھے لگا رہتا تھا، آیت ۲۴ میں دو فرشتے ایک پیشانی سمیت بال پکڑے گا دوسرا دونوں ٹانگ پکڑے گا۔

عربی آیات پر نظر ڈالئے اس کے ترجمہ پر بھی غور کریں اور آیات کی شرح میں اوپر لکھا ہوا نوٹ بھی غور سے پڑھیں کیا دنیا کی کسی حکومت نے اپنی رعایا کے ایک ایک فرد پر اتنے زبردست چوکی پہرے، محافظ اور نگراں مقرر کر رکھے ہوں کہ انسان کے بولے ہوئے ایک ایک لفظ کو لکھ کر محفوظ کر لیں اور دائیں بائیں ہر بات کو جھپٹنے کے لیے تاک میں بیٹھے ہوں، آج تک کوئی بڑی

سے بڑی حکومت اور طاقتور منظم اور مدبّر بھی اپنی عوام اور ماتحتوں پر اتنے زبردست چوکی پہرے لگائے ہوں، پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ موت کے بعد انسان کا آخرت میں پہنچنا اور حشر کے دن اسے اپنے رب کے دربار کی پیشی میں حاضری کا ہونا جس دفتری نظام کے تحت ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اسے یقین کی نگاہ سے پڑھنے والا شاید ہی کوئی شخص آخرت کے مسئلہ سے بے دھیان اور بے خوف رہ سکتا ہے۔

سپرد ہونے کی آخری جگہ آخری ٹھکانہ :

اب اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے ہم اپنی اس تحریر کے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ "آپ یہاں تھے نہیں، آئے ہیں۔ اور رہیں گے نہیں چلے جائیں گے"۔ کہاں جائیں گے کیا صورت پیش آئے گی اس کا جواب آسمانی کتابوں اور اللہ کے پیغمبروں کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ کسی آسمانی کتاب نے یا کسی پیغمبر نے اس مضمون سے انسانوں کو واقف نہیں کرایا، بلکہ میرا کہنا صرف اتنا ہے کہ آسمانی کتابوں میں جب تحریف کر دی گئی اور پیغمبروں کو بشریت سے نکال کر الوہیت میں شامل کر دیا گیا تب انسانوں کی بات بگڑ گئی اور یہ سلسلہ ایک طویل مدت تک جاری رہا، حتیٰ کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے چھ سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حتمی فیصلے کے مطابق خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور ایک آخری آسمانی کتاب نازل کی گئی، جسے قرآن مجید کہا گیا، یہ کتاب ۶۲۳۶ آیات پر مشتمل اور ۱۱۴ سورتوں کی شکل میں ۲۳ برس تک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر آسمان سے نازل ہوتی رہی جو سینوں اور سفینوں میں آج تک محفوظ ہے، اس کتاب کے کئی اہم زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

اپنے قارئین کو ہم کھلے دل سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کو ضرور پڑھیں، ترجمہ کے ساتھ پڑھیں اور جہاں کہیں انہیں کسی بات کے سمجھنے میں ضرورت پڑے تو مقامی اعلیٰ سطح کے ماہرینِ قرآن عالموں سے رابطہ کریں، انشاء اللہ اس ترتیب پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کی تلاوت، ترجمہ، تفسیر اور تشریح کا ماحول بنے گا اور علمی و تحقیقی دنیا کے لیئے یہ ایک بہت بڑا اعزازی تحفہ ہو گا۔

اوپر کی دنیا سے نیچے کی دنیا تک :

اب تک ہم نے اپنے مضامین کتاب کے نصف حصہ تک "اوپر کی دنیا" کا تذکرہ کیا تھا اور بعد میں نیچے کی دنیا کا تذکرہ بھی آ گیا، پھر نیچے سے اوپر کا ہم نے زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پانی، رات، دن کا آنا جانا، منی کے قطرے سے انسان کا پیدا ہونا، دنیا میں اس کا آنا، یہاں امتحان کی مدت پوری ہوتے ہی موت کا شکار ہونا۔

"مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔" (۲۰۔ طٰہٰ، آیت ۵۵)

"اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ڈال دیں گے اور اسی میں سے دوسری بار تم کو نکال کر کھڑا کریں گے۔"

جیسے قرآنی حکم کے مطابق انسان کا مٹی میں مل جانا پھر حشر و حساب کے دن اس کا اٹھایا جانا اور اپنے مالک کے حضور پیش ہونا، حساب کتاب کی منزلوں سے گزرنا اور اپنے بھلے برے کاموں کا بدلہ پانا، ان موٹی موٹی باتوں کا تذکرہ کرنے سے ہمارا مقصد یہ رہا کہ انسان اپنی حقیقت کو جانے، اس کائنات کے نظام کے اس حصہ کو جسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور دیکھ سکتا ہے اس پر غور کرے اور قرآن مجید پر ایک گہری نظر ڈال کر فیصلہ کرے اور اپنے اس فیصلہ کو قرآن سے ملا کر دیکھ لے تو اسے ماننا پڑے گا کہ :

"ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًام بَصِیْرًا۔" (۷۶۔ الدھر، آیت ۱۔۲)

"کیا انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا نہیں آیا جب کہ وہ کوئی ایسی چیز ہی نہیں تھی کہ اس کا کہیں مذکور رہو، ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا فرمایا، ہم اسے آزمانا چاہتے ہیں اس لیے ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔"

انسان کو زمین پر بسنے والے ہر جاندار کے مقابلہ میں قوت سماعت اور قوت بصارت عطا فرمائی تاکہ امتحان میں بیٹھنے کی انسان پورے طور پر تیاری کر سکے، یاد رکھنا چاہیے کہ کان اور آنکھ تو ہر مخلوق کو ہے لیکن سماعت اور بصارت میں انسان کو دوسروں پر ممتاز فرمایا۔

فیصلہ کر لیجئے:

ہم آپ سے اب الوداع ہوتے ہیں، اللہ آپ کو سلامت رکھے، علم و بصیرت سے نوازے اور اپنی معرفت عطا فرما دے، کتاب اللہ کی ایک سورۃ شریف ۴۱ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۵۳ جیسا مبارک تحفہ قبول کیجیے۔

"سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ۔" (۴۱۔ حٰمٓ السجدہ، آیت ۵۳)

"بہت جلد ہم انہیں اپنی نشانیاں ان کے چاروں طرف دکھائیں گے اور خود ان کے اندر بھی یہاں تک کہ ان کے لیے یہ اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا کہ یہ قرآن حق ہے اب کیا تمہارے رب کی یہ خوبی کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر خود آپ ہی گواہ موجود ہے۔"

نزول قرآن مجید کے بعد انسانیت علم و تجربہ اور تحقیق میں جتنی آگے بڑھتی جائے گی اتنا ہی زمین آسمان میں ہر طرف سے یہ دکھائی دے گا کہ قرآن مجید نے جو بات پیش کی وہی برحق ہے، چیزوں میں رکھی ہوئی خاصیت سے آدمی جیسے جیسے واقف ہوگا علم و ہنر کے ذریعہ وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ اس کائنات کا خالق، مالک ایک ہی ہے، اور اس کی صفات کے نت نئے خزانے انسان پر بے نقاب ہوں گے، آج ہم ۱۴۱۵ھ اور ۱۹۹۴ء میں، تحریر لکھ رہے ہیں، اب تک انسان نے جو کچھ پایا ہے وہ بھی اتنا کچھ ہے کہ اللہ کو نہ ماننے والے بھی اب یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ قرآن مجید کی بتائی ہوئی تعلیم ہی علم اور تحقیق کی کسوٹی پر صحیح اور سچ ثابت ہوتی ہے، باقی رہے مشرکانہ مذہب اور خیالی وہمی رسمات تو یہ پہلے بھی بے وزن تھے اور اب تو اور بھی زیادہ کھوکھلے ثابت ہو گئے، ہوا میں انسان کی اڑان، چاند پر جا پہنچنا، زمین اور ستاروں کی گردش کا علم، فضا میں آواز اور لہروں پر انسانی تحقیق نے ہر صاحبِ عقل کو اللہ کے ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔